

كتاب الاربعين
في
ارشاد السالكين

چالیس (۴۰) احادیث نبویہ ﷺ

برائے اصلاح عقائد و اعمال

تالیف

شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلة حفظہ اللہ تعالیٰ

مترجم

علامہ محمد سجاد حسین شامی

(فاضلِ دمشق، شام)



نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن

ورجینیا یو ایس اے



گلوبل اسلامک مشن انک

نیویارک یو ایس اے



وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴿۵۹:۷﴾

اور جو کچھ دے دیا تم کو رسول نے تو لے لو اُسے، اور جس سے روک دیا تمہیں تو رک جاؤ (معارف القرآن)

کِتَابُ الْاَرْبَعِیْن
فِی
اِرْشَادُ السَّالِکِیْن

چالیس (۴۰) احادیثِ نبویہ ﷺ
برائے اصلاحِ عقائد و اعمال

تألیف

شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلہ حفظہ اللہ تعالیٰ

مترجم

علامہ محمد سجاد حسین شامی

(فاضلِ دمشق، شام)



نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن

ورجینیا یو ایس اے



گلوبل اسلامک مشن انک

نیویارک، نیویارک یو ایس اے

نام کتاب:۔۔﴿عربی﴾۔۔۔کتابُ الأربَعین فی ارشادِ السّالِکین

﴿اردو﴾۔۔۔چالیس ۴۰ احادیثِ نبویہ ﷺ برائے اصلاح عقائد واعمال

مؤلف:۔۔۔شیخ عماد الدین بن احمد بن أبی حجلة حفظه الله تعالى

مترجم:۔۔۔علامہ محمد سجاد حسین شامی ﴿ہری پور ہزارہ، پاکستان﴾

کمپوزنگ (اردو):۔۔۔غزالہ احمد ﴿نیویارک، امریکہ﴾

کمپوزنگ (عربی):۔۔۔علامہ محمد ناصر خان چشتی ﴿مکتبہ نعیمیہ، کراچی﴾ +92-300-208-0345

ناشر:۔۔۔گلوبل اسلامک مشن، انک ﴿نیویارک، امریکہ﴾

اشاعت:۔۔۔ذوالقعدۃ/۱۴۳۹ھ۔۔۔بمطابق۔۔۔جولائی/۲۰۱۸ء

تعداد:۔۔۔۳۰۰۰ قیمت:۔۔۔

﴿ملنے کے پتے﴾

﴿۱﴾۔۔ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ: رحمانیہ روڈ، ہری پور ہزارہ، پاکستان
+92 (0)346-569-2963

﴿۲﴾۔۔ جامعہ غوثیہ اسلامیہ: شاہ فیصل کالونی، کراچی، پاکستان
+92 (0)346-298-5267

﴿۳﴾۔۔ 
NORTH AMERICAN ISLAMIC FOUNDATION
P.O. BOX 985 HERNDON, VA 20172 | USA
www.naifcenter.org | naifcenter@gmail.com

﴿۴﴾۔۔ 

GLOBAL ISLAMIC MISSION, INC.
73 Hi View Dr. Wingdale, NY 12594 | USA
www.realmessageofislam.com | gimusa@gmail.com

﴿۵﴾۔۔ 

MA MISSION Learning Centre
365 Halliwell Rd. (opp. Lloyds Bank) | Bolton, BL1 8DE
07448 965 871 | info@ma-mission.co.uk

﴿۶﴾۔۔ 

SUFFAH FOUNDATION
P.O. BOX 1625 HUDDERSFIELD, HD1 9QW | USA
www.suffahfoundation.com | info@suffahfoundation.com

فہرست

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ ﷻ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں کہ جس نے حدیثِ قدسی۔۔۔ كُنۡتُ كَنۡزاً مَخۡفِياً فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرِفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ ۔۔۔میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں تو مخلوق کو تخلیق فرمایا۔۔۔ کے فرمان کے مطابق 'کنزِ مخفی' سے 'نورِ رسالت' ظاہر فرمایا۔ پھر عرش و کرسی، لوح و قلم، ملائکہ و اَرواح، عالمِ ملکوت و عالمِ ناسوت وغیرہ اُس نورِ رسالت سے ظاہر فرمائے۔۔المختصر۔۔انسان کو 'اشرف المخلوق' بنا کر اپنے رسولوں کو اور پھر سب سے آخر میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہماری ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ اور۔۔۔وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنَ ۔۔۔ اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے جن وانس کو مگر اپنی عبادت کے لیے۔۔۔فرما کر انسان کو اُس کی تخلیق کا مقصد بتا دیا۔

آپ ﷺ کے وسیلے سے سر چشمۂ ہدایت، نورِ مبین، شفا الصدور، الفرقان، یعنی قرآن کریم ہمیں عطا فرمایا اور ہمیں حکم فرمایا کہ۔۔۔ جو کچھ دے دیا تم کو رسول (ﷺ) نے تو لے لو اُسے، اور جس سے روک دیا تمہیں تو رک جاؤ۔۔۔ ہمارے نبی ﷺ نے وحی جلی و وحی خفی، یعنی قرآن و حدیث ہم تک پہنچا دیئے اور ان کے علاوہ کسی اور۔۔یا۔۔کسی اور کے راستے۔۔یا۔۔ راستوں پر چلنے سے منع فرما دیا۔ اب ہمیں بھی حضور ﷺ کے دیئے ہوئے کو لے لینا چاہیے اور جس سے منع فرما دیا اُس سے رک جانا چاہیے۔ مگر دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ ہم 'اللہ' کو' تو مانتے ہیں مگر 'اللہ کی' نہیں مانتے، 'رسول ﷺ کو' تو مانتے ہیں مگر 'رسول ﷺ کی' نہیں مانتے۔ اور جس سے منع فرمایا گیا کہ ہرگز ہرگز شیطان کی نہیں ماننا، مگر زیادہ تر انسان آج شیطان ہی کی مانتے دکھائی دے رہے ہیں۔ بہر حال اللہ ﷻ اور اُس کے رسول نے تو ہم پر بے شمار احسانات فرما دیئے مگر ہم اُن کے شکر گزار بننے کی کوشش کرنے میں کوئی خاص مشغول نظر نہیں آ رہے۔ اللہ رب العزت ہم سب پر اپنا خصوصی فضل فرمائے اور جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں اُن کا شکر اَدا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ویسے تو اَے مالک! ہم کتنی بھی کوشش کر لیں تیرا شکر اَدا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ بس تُو ہی ہمیں اپنا شکر گزار اور فرمانبردار بندہ اور حضور اکرم ﷺ کا سچا غلام اور فرمانبردار امتی بننے کی توفیق عطا فرما دے۔ (آمین)

حضور اکرم ﷺ کے بعد اہل بیتِ اطہار و صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین، محدثین و مفسرین، اولیاء و علمائے امت رحمۃ اللہ علیہم سب اپنا اپنا کام کر چکے۔ کتاب ھٰذا کے مؤلف شیخ عماد الدین بن احمد و مترجم علامہ محمد سجاد حسین شامی حفظہم اللہ نے بھی اپنا کام کر دیا۔ ہم نے بھی اپنا حصہ ڈالنے کے لیے اس کتاب کو اچھے انداز سے شائع کر کے قارئین تک پہنچانے کی سعی کر دی۔ اللہ ﷻ کی ذاتِ کریم سے اچھا گمان رکھتے ہوئے ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ ہم سب کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں ضرور قبول و منظور فرمائے گا۔ ویسے کیا یہ اُس کا کرم نہیں کہ وہ بندوں کو دین و مسلک کی خدمت کی توفیق بھی خود ہی عطا فرماتا ہے اور پھر اُس پر بے اندازہ اجر و ثواب بھی۔ سب سے بڑا انعام اُس کی رضا ہے، جسے حاصل ہو جائے وہ فلاح پا گیا اور غلامی رسول ﷺ کے صدقے میں اِس جہانِ فانی سے کامیاب و کامران لَوٹا۔

شیطان نے اپنے بغض وعداوت کی وجہ سے انسان کوگمراہ کرنے کے جس عزم وارادہ کوشروع ہی میں ظاہر کردیا تھا اُس کو پورا کرنے کے لیے وہ ہر زاویے سے انسان کوگمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔مختلف لوگوں کے لیے اس کے ہتھکنڈے اور وسوسے مختلف ہوتے ہیں۔عوام کے لیے الگ، خواص کے لیے الگ۔علماء کے لیے الگ، طلباء کے لیے الگ۔امام کے لیے الگ، مقتدیوں کے لیے الگ۔ویسے سچ بات تو یہ ہے کہ اس کا کام آسان ہی تب ہوتا ہے جب وہ خواص، علماء اور اماموں کو اپنا بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے، پھر اُس کا باقی کام یہ سب کرتے رہتے ہیں۔مسلمانوں کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ شیطان کو پہچانیں اور اُس سے بچیں۔اصل کامیاب وہی ہے جو شیطان سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آگیا، ورنہ شیطان کا بننا تو آج کل بہت ہی آسان ہوگیا ہے۔قرآن کریم کے عجیب وغریب تراجم سامنے آرہے ہیں، گستاخان رسول ﷺ کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، اور امت میں نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔اہل سنت کے جو معمولات شروع سے چلے آرہے ہیں ان میں بھی غلط فہمیاں پیدا کردی گئی ہیں اور ان کو شرک وبدعت اور نہ جانے کیا کیا کہا جارہا ہے۔لوگوں کوگمراہ بنانے کے لیے جانی ومالی پورا زور لگایا جارہا ہے۔میلاد النبی ﷺ کے جلسے ہوں، گھروں پر ایصال ثواب کی محفلیں ہوں، ذکر الٰہی ہو یا دُعا بعد فرض نماز۔۔یا۔۔قبرستان جاکر خود کو یا مرحوموں کو کوئی فائدہ پہنچانا ہو، سب سے منع کیا جارہا ہے۔اللہ جانے اور کون کون سے امتحانات سے ابھی گزرنا پڑے گا اور ہمیں شیطان کی کن کن ترکیبوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔بہرحال ایمان کو سلامت رکھنا اور بچا کر لے جانا کوئی آسان کام نہیں رہا۔

ایسے میں حالات کے مطابق شیخ محترم نے ذخیرۂ احادیث نبویہ سے چن کر ۴۰ راحادیث کا ایک گلدستہ مرتب فرمایا جس سے اطمینان ہوجاتا ہے کہ الحمدللہ اہل سنت وجماعت حق پر ہیں۔محترم علامہ محمد سجاد حسین شامی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ فرمایا، ہمشیرہ غزالہ احمد نے تزئین وپیج سیٹنگ کی خدمت انجام دی جبکہ مولانا محمد ناصر خان چشتی نے عربی کمپوزنگ کی اور اس کو سنوارا۔سلیم الدین صاحب نے طباعت کا کام انجام دیا۔وسیم بھائی سہروردی، مسرور علی قریشی، سید ریاض علی اشرفی، میاں اعجاز احمد سہروردی، سید کاشف رسول سہروردی، سید سرمد مقصود الحسینی مکان شریفی، اور انگلینڈ سے شبیر ڈاکٹر، محمد حسن پٹیل اور عمر حیات قادری صاحب، سب نے مختلف انداز سے تعاون کیا اور کرتے رہتے ہیں۔اللہ ﷻ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ہم خاص طور پر حافظ محمد یوسف صاحب (روح رواں: نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن، ورجینیا، یوایس اے) اور اعجاز احمد واقبال احمد صاحب (نیویارک، یوایس اے) کے شکرگزار ہیں کہ جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب پیش کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ دین کی اِس خدمت کو اُن کی جانب سے قبول ومنظور فرمائے اور ہمیں، ہمارے اہل خانہ اور سہروردی واشرفی برادران طریقت کو دین متین ومسلک حقہ کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔۔۔

آمین بجاه النبی الکریم و آله و اصحابه اجمعین

دُعاگو و دُعاجو۔۔۔محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی
چیئرمین: گلوبل اسلامک مشن، انک ﴿نیویارک، یوایس اے﴾
۱۱رجولائی ۲۰۱۸ء 1-914-319-383

تقریظِ لطیف: کلماتِ ضیاء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ
وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰:۱۷﴾

قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد مقامات پر تاکید کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی پیروی اور اطاعت واتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چند مقامات ملاحظہ ہوں:

☆ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ۚ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا ۚ ﴿۷:۵۹﴾

اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو، اور جس سے
تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رک جایا کرو

☆ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ ﴿۸۰:۴﴾

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا، بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا

فرائض نبوت کی اَدائیگی، اُن کی تبیین وتشریح اور ابلاغ کے لیے نبیِ رحمت ﷺ کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡھِمۡ وَلَعَلَّھُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ۝ ﴿۴۴:۱۶﴾

اور ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام)
خوب واضح کر دیں جو اُن کی طرف اُتارے گئے ہیں اور تا کہ وہ غور وفکر کریں

پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا کلام جمال دَرحقیقت کلام الٰہی واحکام ربانی کی ہی تفسیر وتشریح اور تبلیغ وتبیین ہے۔ آپ کے انہی اقوال وافعال اور اعمال ونیات کا دوسرا نام حدیث ہے۔ فرامین رسول ﷺ کی اطاعت دَرحقیقت اطاعت الٰہی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ سے محبت رسول کریم ﷺ سے محبت ہے۔ اس محبت کو زندہ رکھنے اور نسل نو تک پہنچانے کے لیے محدثین، صوفیاء اور علماءِ ربانیین ۱۴ صدیوں سے دِل وجان سے حدیث رسول کی ترویج واشاعت اور تدوین وتبلیغ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ صحابہ کرام سے شروع ہونے والا یہ مبارک سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ عصر حاضر میں حدیث رسول کے افہام و ابلاغ کے لیے عرب وعجم میں حدیث کے ضخیم مجموعوں کے علاوہ مختلف موضوعات پہ مختصر مجموعے اربعینات کی شکل میں منصۂ شہود پہ آچکے ہیں۔

اربعین نویسی کا یہ سلسلہ دَورِ تابعین سے تاحال جاری وساری ہے۔ اس سلسلہ اربعینات کا آغاز حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ پھر امام بیہقی، ابن عساکر، امام فخر الدین رازی، امام غزالی، امام شرف الدین النووی، امام سیوطی، امام دارقطنی، امام حاکم، امام ابونعیم، ابوعثمان الصابونی، ابوالقاسم القشیری، حافظ ابن حجر عسقلانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اور مولانا ظفر علی خان، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اور مفتی احمد میاں برکاتی علیہم الرحمہ کے نام اربعین نویسی میں

مشہور ومعروف ہیں۔

'چالیس [۴۰] احادیث نبویہ ﷺ برائے اصلاح عقائد واعمال' اور اُس کی خصوصیات:

مؤلف کتاب ھٰذا شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ حفظ اللہ نے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک جامع اربعین ترتیب دی ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے پیچھے مؤلف کی یہی خواہش تھی کہ دُنیا میں ہادیٔ عالم ﷺ کی احادیث مبارکہ امت محمدیہ ﷺ تک پہنچ جائیں اور آخرت میں خوشنودیٔ مصطفیٰ ﷺ اور شفاعت رسول ﷺ نصیب ہو۔ انہی سعادتوں کے حصول کی خاطر انہوں نے متنوع موضوعات پر مشتمل اربعین ترتیب دی ہے۔ آپ کے انتخاب حدیث کا پیش نظر مقصد، ملت اسلامیہ کے عقائد کی اصلاح، عبادات کی ترغیب، آداب زندگی اور قلب و باطن کی تطہیر وتہذیب ہے۔ 'چالیس [۴۰] احادیث نبویہ ﷺ برائے اصلاح عقائد واعمال' کی درج ذیل خصوصیات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

☆ شیخ عماد الدین نے کتاب ھٰذا میں صحیح احادیث کا انتخاب کیا ہے۔

☆ اِس گرانقدر مجموعہ احادیث میں مؤلف نے صحیح بخاری وصحیح مسلم سے ۱۱/ متفق علیہ روایات نقل کی ہیں۔

☆ ۔۔علاوہ ازیں۔۔ صحیح بخاری سے ۴، صحیح مسلم سے ۱۱، صحیح بخاری ومسند احمد کی ایک متفق روایت، سنن ترمذی اور صحیح ابن حبان کی ایک متفق روایت، سنن ترمذی کی ۲/روایات، مسند احمد سے ۴، سنن ابوداؤد سے ۳/اور سنن ابن ماجہ سے بھی ۳/روایات نقل کی ہیں۔

☆ متن حدیث کے مطالعہ کی برکات لینے کے لیے مترجم نے تمام احادیث پہ اعراب لگادیے ہیں۔

☆ طلباء علوم اسلامیہ کی آسانی اور عوام الناس کے افادہ عام کے لیے مؤلف نے تمام احادیث کے عنوانات کا تعین کردیا ہے۔

☆ تعلیم وتدریس کے نفسیاتی تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اور مطالعہ حدیث میں دلچسپی قائم رکھنے کے لیے مؤلف نے ہر حدیث کو الگ صفحہ سے شروع کیا ہے۔

☆ ہر حدیث مبارکہ کا ترجمہ، تشریح اور حدیث کے نفس مضمون کی مکمل وضاحت وصراحت کے لیے مؤلف نے قرآن پاک کی ۵۶/آیات درج کی ہیں۔ اِسی طرح اربعین کی ۴۰/احادیث کی تشریح کے لیے صحاح ستہ اور دیگر ۱۵/کتب حدیث سے ۹۴/احادیث مبارکہ شامل کی ہیں۔

☆ مؤلف کتاب ھٰذا نے تشریح حدیث کو جامع بنانے کے لیے تفسیر، شروحات حدیث، تصوف، تاریخ اور فقہ کی بنیادی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے صحابہ کرام، تابعین اور صوفیاء کرام کے آثار اور زریں اقوال بھی درج کیے ہیں۔

☆ مذکورہ خصوصیات کی حامل 'کتاب ھٰذا' حدیث کے طلباء، خطباء اور آئمہ مساجد کے لیے مفید مجموعہ ہے کہ جس میں ایک موضوع پر تیار شدہ مکمل درس حدیث میسر آجاتا ہے۔

'کتاب الاربعین فی ارشاد السالکین' کے مؤلف شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلۃ حفظ اللہ خوش قسمت اور

مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اللہ کریم نے انہیں نبی اکرم ﷺ کے عظیم مشن کی خدمت کے لیے علمی، فکری اور روحانی موضوعات پہ قلم اُٹھانے کی توفیق بخشی۔ اللہ پاک اُن کی مساعیٔ جمیلہ کو اپنی بارگاہ سے سندِ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

اس خوبصورت مجموعہ حدیث اربعین کو عربی سے اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے کی سعادت میرے دوست اور یونیورسٹی فیلو علامہ محمد سجاد حسین شامی زیدہ مجدہٗ کے حصے میں آئی۔ علامہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل سے نوازا ہے۔ وہ یونیورسٹی میں بھی اپنے علمی اور فنی محاسن کی بناء پر منفرد تھے جو اُن کے والد گرامی شیخ الحدیث عاشق رسول مولانا مفتی محمد اسلم ہزاروی نقشبندی نور اللہ مرقدہٗ کی دُعاؤں کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے فرزند ارجمند کو دین متین اور سوادِ اعظم کی خدمت کے لیے چن کر سرزمین ہزارہ کے لیے عموماً اور اُن کے خاندان کے لیے خصوصاً وجہِ افتخار بنا دیا۔ اللہ کریم علامہ شامی صاحب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کو اور ان کے والد محترم کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

خداوند قدوس مؤلف کتاب، مترجم کتاب، ناشرین و معاونین طباعت کی جملہ کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنے محبوب پاک جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ یاب فرمائے۔۔۔

آمین بجاہ سید المرسلین

العبد الضعیف

محمد اختر ضیاء

(پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد)

(ڈائریکٹر: دی اسمارٹ اسکول، سٹی کیمپس، گوجرہ)

۱۷ر جولائی ۲۰۱۸ء

بسم الله الرحمن الرحيم

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد:

أنا العبد الفقير الى رحمة ربه **عمادالدين بن أحمد بن أبي حجلة** أقول بأن **العلامة الشيخ محمد سجاد حسين شامي الحنفي الباكستاني** حفظه الله تعالى قد سألني أن أجيزه إجازة خاصة بترجمة كتابي (**مرشد الأنام الى رؤية الهلال وأحكام الصيام**) وكتاب (**الأربعين في إرشاد السالكين**) وكتاب (**النجوم اللامعة في ثقافة المسلم الجامعة**) من اللغة العربية الى اللغة الأوردية وكذلك إجازة عامة بتدريس جميع كتبي.

وإنني أقول وبالله التوفيق لثقتي بعلم الشيخ الجليل وأنه تلقى العلوم الشرعية وخاصة اللغة العربية على كبار علماء سوريا وباكستان وقد أبدع في ترجماته للكتب بأني أجيزه إجازة خاصة بترجمة كتبي المذكورة أعلاه من اللغة العربية الى اللغة الأوردية، وإجازة عامة بتدريس جميع كتبي حتى تعم الفائدة والمنفعة بها سيترجم ويعلم باللغة اللأوردية.

كما وأتقدم بالنصح لي وللشيخ الجليل بتقوى الله تعالى في السر والعلن، والإخلاص في جميع الأقوال والأفعال والأحوال وأن ينفعنا بما علمنا ويعلمنا ما ينفعنا ويزيدنا من فضله علما، وأن يدعوا لي ولوالدي وأولادي. والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.



مقدمہء مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سِرا و جهرا والصلاة والسلام علی نبیہٖ و اٰلِہٖ واصحابِہٖ لَیۡلاً وَّنَھارًا

حمد وصلاۃ وسلام کے بعد! عرض یہ ہے کہ شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ کی تحریر کردہ تصنیف لطیف 'کتاب الاربعین فی ارشاد السالکین'، اردو ترجمہ بنام، 'چالیس ۴۰ احادیث نبویہ برائے اصلاح عقائد واعمال' آپ کے پاس حاضر ہے۔ فضیلۃ الشیخ نے اس کے علاوہ اور بہت سی مفید کتب تحریر کیں جن کے نام آپ آخری صفحات پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں! دَرحقیقت یہ ایسے عالم دین ہیں جن کو معرفت الٰہی کا نور حاصل ہے اور جس شخص کو معرفت الٰہی کا نور حاصل ہو جاتا ہے وہی شخص صحیح معنوں میں عالم دین ہوتا ہے کیونکہ یہ معرفت، حیاء وتعظیم اور رضا وتسلیم کو واجب کرتی ہے۔ شیخ موصوف نے مجھے کتاب ھذا کے بھی اردو ترجمہ کرنے کی تحریری اجازت عطا فرمائی ہے اور یہ بات میرے لیے قابل فخر ہے کہ شیخ موصوف کی 'رُؤیت ہلال اور احکام صیام' والی کتاب کا اردو ترجمہ گلوبل اسلامک مشن اور نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن نے زیور طبع سے آراستہ کیا تھا اور اب کتاب ھذا کو بھی شائع کرنے کی سعادت وہی حاصل کر رہے ہیں۔

دراصل یہ حدیث رسول کریم ﷺ اور اسلام کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ حدیث نبوی کی خدمت کرنے والوں کے چہروں کو تر وتازہ رکھتا ہے، خواہ وہ خدمت، درس وتدریس کی صورت میں ہو۔۔یا۔۔تصنیف وتالیف کی صورت میں! جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہر اُس شخص کے لیے دُعائے خیر وبرکت کر دی ہے جو شخص آپ کی احادیث نبویہ دوسروں تک پہنچائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے اہل علم وفضل نے درس وتدریس، جرح وتعدیل، تصنیف وتالیف اور ترجمہ وتشریح کی صورت میں احادیث نبویہ کی خدمت کا کام جاری رکھا۔ عرب علماء کے علاوہ پاک وہند کے علماء ومحدثین نے حدیث نبوی اور اصول حدیث نبوی کو مدنظر رکھتے ہوئے نمایاں خدمات سرانجام دیں جن میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی، مولانا ظفر الدین محدث بہاری، مولانا غلام جیلانی محدث میرٹھی اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے اسمائے گرامی اور خدمات قابل ذکر ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب کو شیخ عماد الدین نے بڑے سلیقے سے عقائد واعمال کی اصلاح کرنے والی صحیح احادیث نبویہ کے ساتھ تالیف فرمایا، اردو ترجمہ کرنے کے دوران مجھے جس چیز کا احساس ہوا وہ یہ کہ آپ ایک صحیح العقیدہ، باعمل سنی عالم دین ہیں جن کی عربی کتب، شرق وغرب میں علماء وطلباء کے قلوب واذہان کی اصلاح کر رہی ہیں، اگر آپ کتاب ھذا کی فہرست دیکھیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت، حضور نبی کریم ﷺ کی محبت، آل بیت رسول ﷺ کی محبت، صحابہء کرام کی محبت اور اولیاء اللہ وصالحین کی محبت جیسے عناوین بھی ملیں گے۔ معلوم ہوا آدمی جس چیز کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اکثر اُسی چیز کا ذکر کرتا ہے، اور اُسی چیز کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار بھی کرتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث مبارک ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔۔۔آدمی اُسی چیز کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اُس کو محبت ہوتی ہے ۔۔۔یہی محبت تھی کہ جگر گوشہء محدث ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ،صاحبزادہ پیر محمد نور المصطفیٰ رضوی مدظلہ العالی اور صاحبزادہ پیر غلام مرتضیٰ شاذی مدظلہ العالی، خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ نے اِس کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے میری ڈیوٹی لگائی اور آج یہ اردو ترجمہ آپ حضرات کے سامنے حاضر بھی ہے اور آپ کے ذوقِ مطالعہ کے لیے ناظر بھی!

پروفیسر محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی حفظہ اللہ نے اِس کو شائع کرنا دارین کی سعادت سمجھا اور یہی محبت تھی کہ انہوں نے اپنے ولولہ انگیز کلمات 'عرض ناشر' کے تحت قرطاس کے حوالے کیے جبکہ میرے ایک علم دوست محترم محمد اختر ضیاء صاحب نے نہایت خوبصورت انداز میں تقریظ لطیف بھی لکھ دی اور اس کتاب کے نہایت عمدہ و اصلاحی طرز تحریر پر روشنی ڈالی۔

میں تمام احباب کا شکریہ اَدا کرتا ہوں کہ اللہ کریم سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔حافظ محمد یوسف صاحب جو نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن کے روحِ رواں ہیں، اُن کی خدمات کا شکریہ اَدا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ محترم حافظ صاحب بھی دینِ اسلام کی خدمت کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

آخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ترجمہء ھٰذا کو اپنی بارگاہِ ربوبیت میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اِس کا اجر و ثواب میرے والد مرحوم۔۔۔مفتی محمد اسلم ہزاروی نقشبندی علیہ الرحمہ۔۔۔کی روح کو پہنچائے اور اُن کے درجات میں مزید بلندی عطا فرمائے اور والدہ موصوفہ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے (آمین)۔

حدیث نبوی کی خدمت کرنے میں، عرب و عجم کے جو احباب بھی برسرِ پیکار ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سب کے علم و عمل و عمر اور رزق میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔۔۔آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

محمد سجاد حسین شامی (حفظہ اللہ)
ھری پور ہزارہ (پاکستان)
۱۵ر جولائی ۲۰۱۸ء
+92-(0)346-569-2963

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبعۃ الاولیٰ

تمام تعریفیں تمام جہانوں کے پروردگار کے لیے ہیں جو ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، ہر شے پر قادر ہے۔ وہ ایسی ذات ہے، جس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت کاملہ نازل فرمائے جو جنت کی خوشخبری سنانے والے، جہنم اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ جن کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ آپ کی آل واصحاب جو کہ اہل تقویٰ ہیں اُن پر بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت ہو اور ہر وہ شخص جو قیامت تک اُن کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کی اِتباع کرے اللہ تعالیٰ اُس شخص کی بھی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا مصدر 'سنت نبویہ' ہے اور سنتِ نبویہ میں سے سیّدنا رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ ہیں جو طلبگاران رُشد وہدایت کا مقصد، اہل معرفت کا نور، صالحین کا راستہ اور سالکین کے لیے دلیل ہیں۔ اِسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور اُن کے بعد آنے والے لوگوں نے حدیثِ رسول کی حفاظت کی اور حدیثِ رسول کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی پہچان حاصل کی، اور پھر تدوین حدیثِ رسول کا زمانہ آتا ہے جس کے متعلق علمائے حدیثِ رسول نے مختلف گوشوں کے ساتھ تصنیف کا فریضہ اَدا کیا۔ کچھ علماء ایسے گزرے جنہوں نے صحیح احادیث کے مجموعہ کے لیے علیحدہ کتب تحریر کیں، جس طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم۔ کچھ علماء نے 'مسانید' کی صورت میں احادیثِ رسول تحریر کیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے 'مسند احمد' تحریر کی۔ بعض نے احادیثِ رسول کے مختلف اجزاء تحریر کیے، اور بعض علماء نے معاجم تحریر کیں۔ اِس کے علاوہ علمائے کرام نے مختلف گوشوں پر مشتمل مختلف کتب تصنیف کیں۔

علمائے حدیثِ رسول میں سے بعض نے ایک خاص موضوع کے متعلق چالیس ۴۰ احادیثِ رسول جمع کیں، مثلاً: جہاد کے متعلق چالیس ۴۰ احادیثِ نبویہ، زُہد کے متعلق چالس ۴۰ احادیثِ نبویہ، وغیرہ۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اِس فرمان عالی شان کی اقتداء کی:

مَنْ حَفِظَ عَلٰى أُمَّتِىْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ
بَعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ (شعب الایمان:۱۵۹۶)

جس شخص نے میری امت کو ایسی چالیس ۴۰ احادیث یاد کرائیں جو اُن کو اُن کے
دین کے بارے میں نفع دیں، تو ایسا شخص قیامت کے دن علماء میں سے اُٹھے گا۔

اِس حدیثِ رسول ﷺ کو امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثاً مِنْ اَمْرِ دِیْنِهَابَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِیْهاً،
وَکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعاً وَشَهِیْدًا (شعب الایمان للبیهقی:۱۵۹۷)

جس شخص نے میری امت کو اُس کے دین کے متعلق چالیس ۴۰ احادیث یاد کرائیں
اللہ تعالیٰ اُس شخص کو روزِ قیامت فقیہ اُٹھائے گا

۔۔۔اِس حدیث کو امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثاً مِنْ اَمْرِ دِیْنِهَابَعَثَهُ اللّٰهُ
یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقِیْهاً عَالِماً (علل الدار قطنی:۹۵۹)

جس شخص نے میری امت کو اُس کے دینی معاملات کے متعلق چالیس ۴۰ احادیث یاد کرائیں،
ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فقیہہ عالِم کے وصف کے ساتھ مبعوث فرمائے گا

۔۔۔اِس روایت کو دارقطنی نے 'العلل' میں حضرت ابن عباس اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

میں عمادالدین بن احمد کہتا ہوں:۔۔۔ سابقہ حدیثِ نبوی شریف کی خدمت کرنے والے علمائے کرام تو ایسے خوبصورت کام کرنے میں مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میرے لیے یہ بات قابل شرف ہے کہ میں نے اُن کی اقتداء کرتے ہوئے ایسے خوبصورت کام کا شرف حاصل کرلیا اور مجھے بارگاہِ الٰہی میں امید ہے کہ وہ مجھے ایسے بزرگ علماء کی شخصیات وعلم سے نفع عطا فرمائے اور میرا حشر اُن کے گروہ میں فرمائے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے ساتھ میں نے سید المرسلین علیہ التحیۃ و الثناء کی چالیس ۴۰ احادیث، مختصر تشریح و وضاحت کے ساتھ جمع کیں تا کہ میرے اور سالکین کے لیے 'روشن راستہ' بنے۔میں نے اِس علمی کام کا نام 'کتابُ الاربعین فی ارشاد السالکین' رکھا ہے۔مولیٰ عزّوجلّ سے میں سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے اِس کام کو میری قبر میں نور بنائے، میدان حشر اور پل صراط پر بھی میرے لیے نور بنائے، اور مجھے ایسا علم سکھائے جو مجھے نفع دے، جو علم اُس نے مجھے سکھایا اس کو میرے لیے فائدہ مند بنائے اور اپنے فضل سے میرے علم میں اضافہ فرمائے، میری اولاد کی اصلاح فرمائے، میری، میرے والدین، میرے مشائخِ کرام، میرے صاحبِ حق و فضل، زندہ وفوت شدہ تمام مسلمان مردوں اور مسلمان خواتین کی بخشش ومغفرت فرمائے۔(آمین)

اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عماد الدین بن احمد بن ابی حجلة
(داعی الی اللّٰہ تعالیٰ)

حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔ ا

اللہ تعالیٰ کی محبت

۔۔۔عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

ثَلاثٌ مَنْ کُنَّ فِیهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاوَةَ الْإِیمَانِ: مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ یَکْرَهَ أَنْ یَعُودَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ کَمَا یَکْرَهُ أَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ (صحیح مسلم:۴۳)

۔۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین [۳] چیزیں جس شخص میں پائی جائیں تو وہ اُن کی وجہ سے ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے:

(۱)۔۔۔جس کو اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ہر چیز سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوں۔

(۲)۔۔۔اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی کسی انسان سے محبت کرتا ہو۔

(۳)۔۔۔اور کفر میں لوٹ جانے کو وہ ناپسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو کفر سے بچایا، جس طرح وہ شخص اِس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اُس کو آگ میں پھینکا جائے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔ایک روایت میں یہ کلمات بھی ہیں:

مِن اَنْ یَّرجِعَ یَهُودِیًّا اَو نَصرَانِیًّا

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہودی مذہب یا عیسائی مذہب کی طرف لوٹ جانے سے بچالیا

یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اسلامی اصولوں میں سے اصل اصولوں پر مشتمل ہے۔علمائے کرام کہتے ہیں۔۔۔ حلاوتِ ایمان کا معنیٰ طاعتِ خداوندی کی لذت حاصل کرنا ہے، اللہ ﷻ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے مشقت کو برداشت کرنا ہے، دُنیاوی امور پر اُس کی رضا کو ترجیح دینا اور بندے کی اپنے رب ﷻ کے ساتھ بندگی والے فعل کے ساتھ محبت کرنا ہے، اُس کی نافرمانی کو ترک کر دینا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

۔۔۔قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا: یہ حدیثِ مذکور آنے والی حدیث کے معنیٰ و مفہوم کے ساتھ ہے۔

ذَاقَ طَعْمَ الْإِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا،
وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا

اُس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پہ راضی ہوا،
اسلام کے دین ہونے پہ راضی ہوا اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پہ راضی ہوا

۔۔۔یہ اِس وجہ سے ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے کیونکہ ایمان قبول کرنے میں اُس کا یقین مضبوط ہوا، اور وہ کفر کی طرف رجوع

کرنے سے کراہت محسوس کرتا ہے اور رب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ دَرحقیقت صحیح محبت کرتا ہے۔اُس کا دِل مطمئن ہوا، اللہ تعالیٰ نے اُس کو شرح صدر عطا فرما دیا، ایمان اس کے گوشت وخون میں سرایت کر گیا ہے۔اور اب یہ شخص حلاوتِ ایمان کو پاتا ہے۔

۔۔۔قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت کرنا، اللہ تعالیٰ کی محبت کے ثمرات میں سے ہے۔

بعض علمائے کرام نے کہا: محبت دِل کی ایسی اِطاعت کا نام ہے جس کی وجہ سے رب سبحانہ کی رضا حاصل ہوتی ہو، تب بندہ اُس چیز کے ساتھ محبت کرتا ہے جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اور بندہ اُس چیز سے کراہت کرتا ہے جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

جملہ کلام یہ ہے کہ محبت کی اصل اُس طرف میلان کرنا ہے جو محبت کرنے والے شخص کے موافق ہو۔پھر یہ میلان کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے جس میلان سے انسان لذت حاصل کرتا ہے، میلان کو مستحسن سمجھتا ہے، مثلاً: کسی تصویر کا حسن، آواز کا حسن، اور کھانے وغیرہ کا حسن۔اور کبھی کبھی اُس میلان کا حسن باطنی معانی کے لیے عقل کے ساتھ محسوس کیا جاتا ہے، مثلاً: صالحین وعلمائے کرام کی محبت اور مطلق طور پر اہل فضل کی محبت۔کبھی کبھی یہ محبت احسان مند ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی کبھی ضد اور شر کو رفع دفع کرنے کے لیے ہوتی ہے۔اور یہ سارے مفاہیم ومعانی حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں موجود ہیں کیونکہ اُن کی ذاتِ اقدس میں ظاہر وباطن کی خوبصورتی جمع ہے۔آپ کی ذاتِ اقدس جلال کے کمال پر فائز ہے، حسن ومحاسن وفضائل آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہیں۔اور تمام مسلمان آپ کے احسان مند ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اُن کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرمائی، دائمی نعمتوں کا حقدار بنا دیا اور دائمی طور پر جہنم سے دُور فرما دیا۔

بعض علمائے کرام نے اِس طرف اشارہ کیا کہ محبت کے تمام معانی ومفاہیم حق تعالیٰ کی ذاتِ اقدس میں موجود ہیں کیونکہ ہر قسم کی خیر وبھلائی حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔امام مالک علیہ الرحمہ وغیرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں محبت کرنا واجباتِ اسلام میں سے ہے۔۔۔یہ کلام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کا ہے۔(شرح صحیح مسلم، ج:۲،ص:۱۴)

۔۔۔امام غزالی علیہ الرحمہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی محبت بلند درجہ کا مقصد ہے اور اس کی وجہ سے درجات میں بلندی آتی ہے۔محبتِ الٰہی حاصل ہو جانے کے بعد بندے کو اُس محبت کا ثمر عطا ہوتا ہے، مثلاً: شوق، اُنس اور رضاءِ الٰہی وغیرہ۔اور ایسی محبت سے پہلے جو مقام حاصل ہوتا ہے وہ اس کے مقدمات میں سے ہوتا ہے، مثلاً: توبہ کرنے کی توفیق، صبر کرنے کی توفیق اور زہد وتقویٰ وغیرہ۔

(احیاء علوم الدین للامام غزالی، ج:۵،ص:۱۸۰)

۔۔۔شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں:

کہ اللہ عزوجل کی محبت کا بلند درجہ ومقام، نورِ بصیرت اور دِل کی آنکھ کے ساتھ اُس کی ذاتِ اقدس کے ساتھ محبت کرنا ہے، اور ایسی حلاوت کو صرف اور صرف پاک صاف ستھرے دِل والے احباب ہی حاصل کرتے ہیں اور ایسے مقام کو وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے دُور رہے اور مواظبت وتسلسل کے ساتھ کثرت سے نوافل ادا

کرے اور فرائض کی پابندی کرے۔ خاص طور پر دن ورات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور اُس کی عظیم الشان کتاب 'قرآن کریم' کی تلاوت کرتا رہے۔ اور ایسے کاموں کی توفیق صرف اُسی شخص کو حاصل ہوگی جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خلوص کے ساتھ اِتباع کرتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳:۳۱﴾

اَے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ،

اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنا اور بندے کے گناہوں کا درگزر ہو جانا سید الخلق ﷺ کی اِتباع میں مضمر ہے، جیسا کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضور ﷺ کا فرمان عالی شان روایت کیا:

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللَّهِ،

وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي (سنن الترمذی:۳۷۸۹)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تم کو اپنی نعمتوں میں سے رزق دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر

میرے ساتھ محبت کرو، اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کرو



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۲﴾

﴿حضور نبی کریم ﷺ کی محبت﴾

۔۔۔عَنْ أَنَسِ بن مالک رضی الله عنه قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (صحیح البخاری:۱۵، صحیح مسلم:۴۴)

۔۔۔حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

۔۔۔**تشریح**۔۔۔**ابن بطال نے کہا**: ابوالزناد نے کہا: یہ بات اُن 'جوامع الکلم' میں سے ہے جو حضور ﷺ کو عطا کی گئیں۔ ان مختصر الفاظ میں بہت زیادہ معنی جمع کیے گئے ہیں۔ محبت کی تین اقسام ہیں:

☆ عظمت وجلال کی وجہ سے محبت کرنا، مثلاً: والد کی محبت۔

☆ شفقت ورحمت کی وجہ سے محبت کرنا، مثلاً: بیٹے کی محبت۔

☆ احسان مند ہونے کی وجہ سے محبت کرنا، مثلا: تمام لوگوں کی محبت۔

۔۔۔یہ محبت کی مذکورہ بالا اقسام ہیں۔

اور اِس حدیثِ نبوی کا معنی (واللہ اعلم) یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کا ایمان مکمل ہو تو اُس کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ رسول کریم ﷺ کا حق، فضیلتِ والدین، اولاد اور تمام لوگوں کے حق وفضیلت سے بڑھ کر ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امت کو آگ سے بچایا۔ رسول کریم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ نے امت کو گمراہی سے بچالیا۔ (شرح ابن بطال، ج:۱، ص:۶۶)

۔۔۔**شیخ عمادالدین بن احمد کہتا ہے**:

کہ اللہ ﷻ نے اپنی محبت کو اپنے رسول ﷺ کی اتباع کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

۔۔۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳:۳۱﴾

اَے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

۔۔۔حضور ﷺ کی محبت کتاب وسنت کے ساتھ واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۹:۲۴﴾

تم فرماؤ، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

اللہ ﷻ کسی شخص کے ساتھ اتنا پختہ وعدہ نہیں کرتا۔ ہاں! وعدہ اُس صورت میں کرتا ہے جب کوئی بندہ 'واجب' کو ترک کرے۔۔یا۔۔حرام فعل کا ارتکاب کرے۔ تو اِس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی محبت واجب ہے۔

سابقہ آیتِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی محبت کو لازم پکڑتے ہوئے، حجت، دلیل، تنبیہ اور برانگیختہ کرنے کے طور پر یہی آیت کافی ہے۔ یہ حجت 'واجب' ہوگئی، ایسی محبت کا لزوم آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہوگیا۔ یہ محبت حضورِ اکرم ﷺ کے لیے ہی حق رکھتی ہے کیونکہ اس آیتِ مذکورہ میں مال و دولت اور اہل و عیال و اولاد کی محبت پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کریم ﷺ کی محبت کو سب سے پہلے ترجیح دی گئی، اہمیت دی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے یہ فرماتے ہوئے وعدہ بھی لیا:۔۔۔فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ۔۔۔تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

اور پھر وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کو سب سے زیادہ پسند نہیں کرتے، ترجیح نہیں دیتے، آیت کے آخر میں ایسے لوگوں کو 'فاسق' کہا گیا، اور اِس بات کی خبر دی کہ جو شخص فاسق بن کر گمراہ ہو جائے اللہ تعالیٰ اُس کو نورِ ہدایت عطا نہیں فرماتا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج:۲، ص:۱۸)

حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سنتِ شریفہ میں سے ہے اور اس موضوع پر بہت زیادہ احادیثِ نبویہ دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ سرِفہرست حدیثِ نبوی سے معلوم ہوا۔ اِس حدیثِ نبوی سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کی اصل ہے اور اس محبت کے وجود پر ایمان کا وجود ہے!

آپ ﷺ کی محبت سے مراد ایسا قلبی میلان ہے جو دیگر تمام مخلوقات و بشریت سے ہٹ کر محبتِ رسول کی طرف مائل رہتا ہے، ایسی محبت صرف اور صرف اتباعِ سنت سے روشن ہوتی ہے اور ہر اُس چیز کے ساتھ ہوتی ہے جس کا تعلق صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہو، مثلاً: حضور ﷺ کا سونا، جاگنا، کھانا پینا، ملبوسات استعمال کرنا، چلنا پھرنا، اخلاقِ رسول، دیگر مسلمانوں کے ساتھ کتنا خاص تھا، ازواجِ رسول، اصحابِ رسول، اقاربِ رسول ﷺ کی نسبت وغیرہ، سے محبت کرنا۔ اور اتباعِ سنت یہ بھی ہے کہ ہر اُس چیز سے دُور رہنا جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہو۔

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۳﴾

﴿حضورِ نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا﴾

۔۔۔عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:
إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (سنن ترمذی:۴۸۹،صحیح ابن حبان:۹۱۱)

۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
روزِ قیامت وہ شخص میرے قریب سب سے زیادہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا تھا
۔۔۔اِس حدیثِ نبوی کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا۔

۔۔۔تشریح۔۔۔فیض قدیر کے مصنف کہتے ہیں:

۔۔۔کہ درود شریف بھیجنے والا شخص حضورِ اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ قربت کا حقدار ہے، سب سے زیادہ شفاعتِ رسول کا حقدار ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ایسا شخص مختلف قسم کی خیر و بھلائی کا حقدار ہے اور اُس سے ناپسندیدہ امور دُور ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ شخص درود شریف کی کثرت کرتا ہے۔ اور کثرت سے درود شریف پڑھنا عقیدہ کی پختگی پر دلالت کرتا ہے۔ اِس طرح کثرت سے درود شریف پڑھنا خلوص نیت، صدق محبت، مداومتِ طاعت اور حق تعالیٰ تک رسائی کرنے والی ذات رسول ﷺ کے کریمانہ وسیلہءِ جلیلہ کے ساتھ وفا ہے۔ جس شخص میں مندرجہ خوبیاں ہوں وہ شخص ولایت رسول ﷺ اور قرب رسول ﷺ کا زیادہ حقدار و مستحق ہے۔ علمائے کرام نے کہا کہ درود شریف ایک بزرگی والی منقبت ہے اور سنتِ رسول ﷺ واثرِ رسول کی اتباع کرنے کے لیے ایک عظیم فضیلت والا مبارک عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ درود شریف کتنی احسان والی عبادت ہے۔ (فیض القدیر، ج:۲،ص:۴۴۱)

۔۔۔شیخ عمادالدین بن احمد کہتے ہیں:

کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود شریف بھیجنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ﴿۵۶:۳۳﴾
بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر۔
اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو

درود شریف، ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے، اِس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا، اِس سے مراد ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی مدح سرائی فرمار ہا ہے، عزت کرر ہا ہے۔ فرشتوں کا درود شریف بھیجنا، سے مراد دُعا کرنا اور تعظیم کرنا ہے۔ اور ہمارا درود شریف بھیجنا، سے مراد یہ ہے کہ ہم دُنیا میں آپ ﷺ کا ذکر بلند کرنے کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔ حضور ﷺ شفاعت کرنے

والے ہیں اور جب آپ ﷺ اُس سخت دن لوگوں کی شفاعت کریں گے تو آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود شریف بھیجنا جملہ عبادات میں سے افضل ترین عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود بھی درود شریف بھیج رہا ہے اور اُس کے فرشتے بھی درود شریف بھیج رہے ہیں، اور اس کے بعد اُس نے اہل ایمان کو درود شریف بھیجنے کا حکم سنایا۔

بہت زیادہ احادیثِ نبویہ میں درود شریف کی اہمیت بیان ہوئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (صحیح مسلم:۴۰۸)

جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا، اللہ تعالیٰ اُس شخص پر دس ۱۰ مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا

درود شریف کے فضائل میں سے ہے کہ جو شخص درود شریف بھیجتا ہے۔یقیناً فرشتے اُس شخص پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا صَلَّى
عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ (مسند احمد بن حنبل:۱۵۶۸۰)

جس شخص نے مجھ پر درود شریف بھیجا، جب تک وہ مجھ پر درود شریف بھیجتا رہے گا، فرشتے اُس شخص کے بارے میں استغفار کرتے رہیں گے، بندے کو چاہیے کہ درود شریف بھیجتا رہے اور کثرت سے بھیجے

حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے فوائد میں سے سب سے عظیم فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی زیادہ قربت حاصل کرے گا، اور یہ قربت اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شخص آپ کی شفاعت لازمی حاصل کرے گا۔ اور جس شخص کی حضور اکرم ﷺ نے شفاعت کی وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔ طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِي عَشْرًا أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس شخص نے مجھ پر صبح کے وقت دس ۱۰ مرتبہ اور شام کے وقت دس ۱۰ مرتبہ درود شریف بھیجا،
اُس شخص کو روزِ قیامت میری شفاعت نصیب ہوگی

(۱)۔۔۔نوٹ: پاکستان کے ضلع ہری پور ہزارہ کے مشہور ولی کامل خواجہ محمد عبدالرحمٰن علوی قادری چھوہروی علیہ الرحمہ نے درود و سلام پر مشتمل تیس ۳۰ پارے بنام ''مجموعہ صلوات الرسول''، تحریر کیے، جو قابل مطالعہ ہیں۔(مترجم)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حدیث نبوی ﷺ ـ ـ ـ ۴

اللہ تبارک وتعالیٰ کے متعلق اچھا گمان رکھنا

ـ ـ ـ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم:

أِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ :أَنَا عِنْدَ ظَنِ عَبْدِیْ بِیْ، إِنْ ظَنَّ بِیْ خَیْرًا فَلَهُ،

وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ (مسند احمد:۹۰۷۷)

ـ ـ ـ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر میرا بندہ میرے بارے میں خیر و بھلائی والا گمان کرتا ہے

تو اُس کو خیر و بھلائی حاصل ہوتی ہے، اور اگر میرا بندہ شر والا گمان کرتا ہے تو اُس کو شر و تکلیف حاصل ہوتی ہے

ـ ـ ـ تشریح ـ ـ ـ اللہ تعالیٰ کی ذات پر حسن ظن رکھنے کی عظیم فضیلت ہے، اُس کی اچھی عاقبت اور بہت بڑا اثر و رسوخ ہوتا ہے، بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و حسن گمان کا محتاج ہوتا ہے، دُنیاوی زندگی میں دوران معیشت بندہ کو مشکلات درپیش ہوتی رہتی ہیں لیکن بندہ کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اُس کی ذات پر حسن ظن رکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲:۱۹۵﴾

اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں

ـ ـ ـ اور تحقیق، اس کی تفسیر امام ثوری علیہ الرحمہ نے یوں بیان کی:

أَحْسِنُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰى الظَّنَ

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اچھا گمان رکھو

ـ ـ ـ رسول اللہ ﷺ نے یہ معانی و مفاہیم ہمارے لیے یوں بیان فرمائے:

أَنَا عِنْدَ ظَنِ عَبْدِیْ بِیْ إِنْ ظَنَّ بِیْ خَیْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ

میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق کرتا ہوں، اگر بندہ میرے بارے میں اچھا گمان کرتا ہے

تو میں اُس کے لیے اچھا کرتا ہوں اور اگر بندہ میرے بارے میں بُرا گمان کرتا ہے

تو میں بھی اُس کے بارے میں ایسا ہی کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حسن ظن کرنا در حقیقت یوں ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھلائی، رحمت اور احسان کا یہ گمان کرے کہ وہ مجھے دُنیا و آخرت میں اچھی جزا دے گا، اور اگر میں اپنے رب سے دُعا کرتا ہوں تو وہ میری دُعا کو قبول فرمائے گا اور میری دُعا کا جواب بھی دے گا، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کی:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ (سنن ترمذی:۳۴۷۹)

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، اِس حال میں کہ وہ تمہاری دُعا کو یقیناً قبول فرمائے گا اور تم جان لو کہ وہ لاپرواہ، غافل دِل والے شخص کی دُعا کو قبول نہیں فرماتا۔

اگر بندہ کوئی نیکی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ پختہ یقین رکھے کہ وہ اس کی دُعا کو یقیناً قبول فرمائے گا۔ جب انسان سے کوئی گناہ و معصیت والا کام ہو جائے تو وہ یقین کے ساتھ دُعا کرے کہ وہ میری توبہ کو قبول فرمائے گا، میری آہ و زاری کا جواب دے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرما کر اُس کی بخشش فرما دیتا ہے۔



﴿حدیث نبوی ﷺ ---۵﴾

﴿اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا﴾

---عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:
لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ
أَلَا تَرَوْنَ أَنَّهَا تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (مسند احمد: ۳۷۳)

---حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
اگر تم اللہ تعالیٰ پر اُس طرح توکل کرو، جس طرح توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا
جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پرندے صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے ہیں
لیکن شام کو سیر شدہ پیٹ کے ساتھ اپنے گھونسلوں میں واپس لوٹتے ہیں

---تشریح---علامہ ابن علان شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:
کہ اگر تمہارا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے کی طرح مستحق ہو جائے تو پھر تم اُس کی ذات پر تمام احوال میں اعتماد کرنے لگو گے اور تم اُس چیز کا مشاہدہ کرنے لگ جاؤ گے کہ بھلائی اُس کے دستِ قدرت میں ہے اور بھلائی اُس کی طرف سے ہے۔

حدیث مذکورہ کا یہ جملہ---لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا---اِس بات کی تشریح کرتا ہے کہ جب تمہارا توکل یقینی ہو جائے گا، تب وہ تم کو اِس طرح رزق پہنچائے گا جس طرح وہ پرندوں کو رزق عطا کرتا ہے۔ صبح سویرے وہ خوراک سے خالی پیٹ ہو کر اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں لیکن شام کے وقت جب وہ اپنے گھونسلوں کی طرف واپس پلٹتے ہیں، اُس وقت اُن کے پیٹ خوراک سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ 'قوت المغتذی' میں رقم طراز ہیں: کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا---کہ اِس حدیثِ نبوی ﷺ سے یہ بات بطورِ دلیل پیش نہیں کی جاسکتی کہ رزق کمانے سے بیٹھ جانا چاہیے، بلکہ یہ حدیثِ نبوی ﷺ طلبِ رزق (حصول رزق کے لیے کوشش کرنے) پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پرندے جب صبح سویرے اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو وہ رزق کو طلب کرنے کے ارادہ سے نکلتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس امر کی وضاحت کی (واللہ اعلم) کہ اگر تم اپنی رہائش گاہوں سے باہر نکلنے میں، واپس لوٹنے میں، اور محنت اور مشقت کے تصرف میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرتے ہو، اور یہ سمجھو کہ یقیناً خیر و برکت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، خیر و برکت اُس کی طرف سے ہے، تو تم صحیح سلامت اور رزق کی غنیمت کے ساتھ واپس آؤ گے جس طرح پرندے ہوتے ہیں صبح صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں لیکن شام کے وقت سیر حاصل پیٹ کے ساتھ واپس آتے ہیں۔

واضح رہے کہ جولوگ اپنی طاقت، کوشش، دھوکہ دہی، کذب بیانی، پر اعتماد رکھتے ہیں، نصیحت حاصل نہیں کرتے، وہ توکل نہیں کرتے، اور اُن کا ایسا کرنا خلافِ توکل شمار ہوتا ہے۔ (دليل الصالحين لطرق رياض الصالحين، ج: ۲، ص: ۲۷۸)

۔۔۔امام عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

توکل کی اصل 'وکول' ہے۔کہا جاتا ہے۔۔۔وكل امره الى فلان ۔۔۔اُس شخص نے اپنا معاملہ فلاں شخص کو سپرد کیا۔۔۔یعنی، اُس شخص نے دوسرے شخص سے رجوع کیا اور اُس پر اعتماد کیا۔اور توکل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف معاملہ کو سپرد کرنا ہے، اسباب سے قطع نظر کرنا ہے۔توکل سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ کسی دوسرے شخص پر اعتماد کرنے اور اُس کو درمیان میں واسطہ اور سبب بنانے سے بچنا ہے جو مخلوق سے وقوع پذیر ہوتے ہیں، کیونکہ اعتماد کرنا اور سبب بنانے کے بغیر توکل کا مفہوم واضح نہیں ہوسکتا۔یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔۔یا۔۔مسجد میں بیٹھ کر یہ کہنے لگا کہ میں کوئی کام نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ میرا رزق مجھے پہنچائے گا، تو کیا یہ توکل ہے؟ فرمایا۔۔۔ایسا کہنے والا آدمی علم سے جاہل ہے۔حضور اکرم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ رِزْقِیْ تَحتَ ظِلِّ رُمْحِیْ (مسند احمد: ۵۱۱۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے سائے میں میرا رزق رکھا ہوا ہے

۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا.

اِس حدیثِ مبارک میں ذکر فرمایا کہ پرندے حصولِ رزق کے لیے صبح سویرے اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کے وقت واپس آتے ہیں، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنے کھجوروں کے باغات کو پانی لگاتے، کھجوروں کے باغات میں کام کرتے تھے۔معلوم ہوا محنت ومزدوری کرنے میں صحابہءکرام ہمارے لیے قدوہ ہیں۔(عمدۃ القاری، ج: ۲۳، ص: ۶۹)

۔۔۔شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں:

کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے کے متعلق بہت سی آیات ہیں جو کہ درج ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱:۱۴﴾ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹:۳﴾

اور جب کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک توکل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴿۳:۶۵﴾

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا، سے مراد ہے کہ اُس کی ذات پر اعتماد کیا جائے اور اُس کی ذات پر پختہ یقین کیا

جائے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:۔۔۔حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (صحیح البخاری:۴۵۶۳)
یہی جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس وقت فرمایا، جب اُن کو آگ میں پھینکا گیا اور یہی جملہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا
وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۳:۱۷۳﴾

کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو اُن سے ڈرو! تو اُن کا ایمان اور
زائد ہوا اور بولے ہم کو بس (کافی) ہے اللہ اور کیا اچھا کارساز

اِس حدیثِ پاک کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا، اور یہ حدیثِ مبارک اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کرنے کی بلندترین مثال ہے۔

ابن عجیبہ نے توکل کی تعریف یوں کی ہے:

توکل یہ ہے کہ دِل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر اعتماد نہ کیا جائے۔۔یا۔۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق قائم ہو، ہر شئے اُس کی طرف سے ثابت ہے اور اِس بات کا علم ہو کہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور یہ یقین ہو کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے وہ معاملہ زیادہ قابل بھروسہ ہے، اور جو معاملہ انسانی ہاتھ میں ہے وہ قابل بھروسہ نہیں۔

(حقائق عن التصوف لشیخ المربی عبدالقادر عیسیٰ رحمہ اللہ ص:۲۴۳)



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔٦﴾
﴿اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا﴾

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسىٰ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّرْضِيَهُ (سنن ابوداود:٥٠٧٢)

۔۔۔جس شخص نے صبح وشام کے وقت پڑھا:

ہم اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کرنے پر راضی ہیں، ہم اسلام کو دین تسلیم کرنے پر راضی ہیں اور ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول تسلیم کرنے پر راضی ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اُس شخص کو راضی کرے

۔۔۔تشریح۔۔۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَّ قَوْماً اِبْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ (سنن ترمذی:٢٣٩٦)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً، عظیم آزمائش کی وجہ سے اُس کا اجر بھی عظیم ہوتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُن کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جو شخص راضی ہوا، اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور جو شخص ناراض ہوا اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے

اللہ تعالیٰ کا بندہ خوشی وغمی میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا طلب گار رہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے راضی ہوا اللہ تعالیٰ اُس شخص سے راضی ہوا، اور جو شخص تکلیف، پریشانی اور بے چینی کے دوران ناراض ہوا، اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس مصیبت میں ڈالا وہ اُس مصیبت سے پریشان ہوا، تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے ناراض ہو جاتا ہے۔ جس شخص نے کسی مصیبت۔۔یا۔۔کسی نعمت کے دوران اللہ تعالیٰ سے صبح وشام راضی ہونے کے ساتھ مذکورہ کلمات اَدا کیے:

رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيناً وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا

ہم اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کرنے پر راضی ہیں، ہم اسلام کو دین تسلیم کرنے پر راضی ہیں
اور ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی تسلیم کرنے پر راضی ہیں

۔۔۔اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ایسے بندے کو جنت میں داخل فرما دیتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥:١١٩﴾

فرمائے گا اللہ: یہ دن ہے کہ فائدہ دے سچوں کو اُن کی سچائی، اُن کے لیے جنتیں ہیں کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیش رہنے والے اُس میں۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ بڑی کامیابی ہے (معارف القرآن)

۔۔۔دوسرے مقام پر فرمایا:

جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً ؕ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸:۹۸﴾

اُن کا ثواب اُن کے رب کے پاس بسے رہنے والے باغ ہیں کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ راضی ہوا اللہ اُن سے اور وہ راضی اُس سے۔ یہ اُس کے لیے جو ڈرا اپنے رب کو (معارف القرآن)

معرفت والے علمائے کرام نے 'رضا' کی مختلف تعریفات بیان کیں، ان میں سے رضا کی ایک تعریف یہ ہے:

اَلرِّضا: سُرُوْرُ الْقَلْبِ بِمُرِّ الْقَضَاءِ۔۔۔قضاء کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دِل مسرور ہو، رضا کہلاتا ہے

۔۔۔ابن عجیبہ رحمہ اللہ رضا کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

الرضا: تلقى المهالک بوجه ضاحک او سرور يجده القلب عند حلول القضاء، او ترک الاختيار على الله فيما دبر وامضى، او شرح الصدر ورفع الانكار لما يريد من الواحد القهار

مسکراتے چہرے کے ساتھ ہلاکت خیز اُمور سے گزرنا، قضاءِ الٰہی کے نازل ہوتے وقت دِل کا مسرور ہونا، جو فیصلہ کیا۔۔یا۔۔کرنا ہو اُس کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اللہ واحد وقہار جس کام کا ارادہ کرے اُس کو شرح صدر کے ساتھ قبول کرنا اور اُس میں کسی قسم کا انکار نہ کرنا، رضا کہلاتا ہے۔

(حقائق عن التصوف، للشيخ عبدالقادر عيسى رحمه الله ص:۲۳۴)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔ ۷﴾

﴿پانچ ۵ فرض نمازوں کی فضیلت اور اُن کو سستی کی وجہ سے ترک کرنا﴾

۔۔۔عَنْ عُبَادَةُ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَشْهَدُ اَنّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ (سنن ابوداؤد:۴۲۵)

۔۔۔حضرت عبادہ بن صامت ؓ روایت کرتے ہیں، یقیناً میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

پانچ ۵ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں ہیں، جس شخص نے ان پانچ ۵ نمازوں کے لیے اچھے طریقے سے وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کیا، ان نمازوں کے رکوع کو خشوع کے ساتھ مکمل کیا، تو ایسے شخص کی مغفرت کرنا اللہ تعالیٰ ضروری سمجھتا ہے۔ اور وہ شخص جو ان نمازوں کی اَدائیگی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مغفرت اپنے ذمہ نہیں لیتا، اگر چاہے تو اُس شخص کی مغفرت کردے اور اگر چاہے تو اُس کو عذاب میں مبتلا کردے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔لغتِ عربی میں لفظ 'صلاۃ' کا معنیٰ ہے کسی شخص کی بھلائی کے لیے دُعا کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَکَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط ﴿۹:۱۰۳﴾

اور ان کے حق میں دُعا کرو۔ بیشک تمہاری دُعا ان کے لیے تسلی ہے (معارف القرآن)

۔۔۔اور شرعی طور پر 'صلاۃ' سے مراد مخصوص افعال و مخصوص اقوال ہیں، جن افعال کو نیت کرتے ہوئے تکبیر کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے اور سلام کے ساتھ اُن افعال کو ختم کیا جاتا ہے۔ (مغنی المحتاج، ج:۱،ص:۱۲۰)

'صلاۃ' کی عظیم الشان فضیلت ہے کیونکہ 'صلاۃ' بندے اور رب سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان ایک رابطہ ہے، رب کی بارگاہ میں خود کو گرا دینا ہے، قراءتِ قرآن کریم اور ذکر کے ساتھ دن رات اُس کی بارگاہ میں مناجات پیش کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو اعضاء عطا فرمائے اُن اعضاء کو بندہ اُس کی طاعت و بندگی میں استعمال کرتا ہے تو (نماز) صلاۃ کی صورت میں بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر اپنی زبان، اپنے دِل اور اپنے تمام اعضاءِ جسمانی کے ساتھ بجالاتا ہے، جس کی وجہ سے اُس کے گناہ ساقط ہو جاتے (مٹ جاتے) ہیں اور بندہ اپنے خالق ﷻ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ نفل نمازوں کے علاوہ اُن

پانچ ۵ وقت کی مقرر کردہ نمازوں میں سے جب ایک نماز اَدا کی جاتی ہے تو اُس کے بعد دوسری نماز کی اَدائیگی کا وقت آ جاتا ہے، یوں بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور اُس کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں حاضر ہوتا ہے، لہٰذا شیطان مردود ایسے شخص پر حکمرانی نہیں کر سکتا۔ بندہ بذاتِ خود کو ذلت والی زندگی سے محفوظ سمجھتا ہے اور اُس کے دِل میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ یقیناً انعام فرمانے والا، مدد فرمانے والا، نقصان لانے والا، نفع دینے والا، زندہ کرنے والا، اور مردہ کرنے والا، فقط اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

صلاۃ کی اَدائیگی کرنا ایمان کے لیے استمراری غذا ہے، اِس کی وجہ سے روح میں طاقت آتی ہے اور صلاۃ کی اَدائیگی کرنے والے (نمازی) شخص کو آسمان کی بلندیوں کی طرح درجات میں بلندی نصیب ہوتی ہے۔ آسمانوں کی بلندی رحمت، برکت اور اسرار و انوارِ الٰہی کی جگہ ہے، اس کی وجہ سے دِل تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ نمازی شخص کو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ دوسرا نظر نہیں آتا۔ نمازی شخص دُنیا اور دُنیا کی آرائش و نعمتوں کی طرف التفات نہیں کرتا کیونکہ یہ سب کچھ زائل ہونے والا ہے۔ نمازی شخص دُنیا کے مشاغل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا کیونکہ دُنیا کے مشاغل نمازی شخص کو خالق ﷻ سے دُور لے جاتے ہیں۔ نمازی شخص کا نفس مطمئن ہوتا ہے، وہ اپنے تصرفات اور جملہ احوال میں پر سکون ہوتا ہے، کیونکہ اس کو اپنے رب سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے نجات، سکینت اور امن حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿۲۳:۱-۲﴾

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعاً ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعاً ۝

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعاً إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿۷۰:۱۹-۲۲﴾

بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص، جب اُسے بُرائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا،

جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا، مگر نمازی

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴿۱۱:۱۱۴﴾ بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں

اِس آیت کے متعلق مفسرین نے کہا کہ پانچ ۵ وقت کی نماز قائم کرنے سے سیئات (خطائیں) مٹ جاتی ہیں،

بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمسُ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا (صحیح البخاری: ۵۲۸، صحیح مسلم: ۶۶۷)

پانچ ۵ وقت کی فرض نمازوں کو اَدا کرنے سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹا دیتا ہے۔

۔۔۔مسلم وغیرہ نے حضرت عثمان سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ (صحیح مسلم: ۲۳۱)

جس شخص نے اُس طرح وضو کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا اور پانچ ۵ وقت کی نماز قائم کی،

پانچ ۵ وقت کی نمازوں کے درمیان اُس سے جو خطائیں ہوئیں یہ نمازیں اُن کا کفارہ بن جاتی ہیں

۔۔۔امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذٰلِكَ (سنن ترمذی:۴۱۳)

بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے اُس کے اعمال میں سے اُس کی نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اُس کی نماز صحیح ہوئی تو تحقیق وہ شخص فلاح پا گیا، نجات پا گیا۔ اور اگر اُس شخص کی نماز صحیح نہ ہوئی تو تحقیق وہ شخص نقصان میں رہا اور خسارے میں رہا۔ اور اگر اُس کے نماز کے فرائض میں کچھ فرائض باقی رہے تو رب ﷻ فرماتا ہے: اَے فرشتو! تم دیکھو کیا میرے اس بندے نے کوئی نوافل پڑھے، تو اُسکے نوافل کی وجہ سے اُس کے فرائض کی کمی کوتاہی مکمل کر دی جائے گی۔ پھر اس طرح اُس کے تمام اعمال کی کمی اِسی طرح مکمل کی جائے گی۔

اِس مذکورہ حدیثِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ نماز تمام عبادات میں سے مطلق طور پر افضل ترین عبادت ہے، لہٰذا نماز کو اَدا کرنے میں سستی کرنا، تاخیر کرنا، نماز کو ترک کرنا گناہ ہے، اور وقت پر نماز اَدا کرنا واجب ہے۔ (العیاذُ باالله)

۔۔۔طبرانی نے 'معجم الکبیر' میں روایت کیا اور ابو نعیم نے 'حِلیۃُ الاولیاء' میں مرفوعاً روایت کیا:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ أُتِيَ بِذُنُوبِهِ فَوُضِعَتْ عَلَى رَأْسِهِ وَعَاتِقِهِ فَكُلَّمَا رَكَعَ أَوْ سَجَدَ تَسَاقَطَتْ عَنْهُ (المعجم الکبیر، ج:۱۳، ص:۳۱۶، رقم الحدیث:۱۴۱۰۸، حلیۃ الاولیاء، ج:۶، ص:۹۹)

بے شک نمازی شخص جب نماز اَدا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے گناہوں کو حاضر کیا جاتا ہے اور اُس کے گناہوں کو اُس کے سر اور کاندھوں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ شخص جب رکوع کرتا ہے ۔۔یا۔۔ سجدہ کرتا ہے تو اُس کے گناہ گر جاتے ہیں

۔۔۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حضور اکرم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا وَلَمْ يُضَيِّعْهَا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا فَلَهُ عَلَيَّ عَهْدٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يُصَلِّ لِوَقْتِهَا وَلَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا وَضَيَّعَهَا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا فَلَا عَهْدَ لَهُ، إِنْ شِئْتُ عَذَّبْتُهُ وَإِنْ شِئْتُ غَفَرْتُ لَهُ (مسند احمد:۱۸۱۳۲)

پس بے شک تمہارا پروردگار ﷻ فرماتا ہے: جس شخص نے نماز کے وقت نماز اَدا کی، نماز کی حفاظت کی، نماز کو ضائع نہ کیا ہلکا اور کمتر سمجھتے ہوئے، تو میں اُس سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اُس شخص کو جنت میں داخل کروں گا اور جس شخص نے نماز کے وقت نماز اَدا نہ کی، نماز کی حفاظت نہ کی، اور نماز کو کمتر

عمل سمجھتے ہوئے ضائع کر دیا، تو ایسے شخص کے لیے ایسا وعدہ نہیں۔ اگر میں نے چاہا تو اُس کو عذاب دوں گا اور اگر میں نے چاہا تو میں اُس کو بخش دوں گا۔

نماز کی فضیلت کے بارے میں بہت زیادہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ وارد ہوئی ہیں اور ان آیات واحادیث نبویہ کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ ان کی فضیلت وہی شخص جانتا ہے جو ان سے واقف ہوتا ہے، اُس وقت اُن کے حقائق اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں اور ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا مطالعہ کرنے والا شخص اپنے منہ میں حلاوتِ ایمان کو محسوس کرتا ہے۔

حدیثِ مذکورہ کا جملہ۔۔۔ خَمسُ صَلوٰاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالیٰ۔۔۔ کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے شریعتِ اسلامیہ کے مقرر کردہ اوقات میں پانچ ۵ وقت کی نماز اَدا کی، نماز کے فرائض اور سنتوں کی حفاظت کی، نماز کے رکوع کو اُس کے شرائط کے ساتھ مکمل کیا، خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی سنتِ فعلیہ اور قولیہ کو مکمل کیا، تو ایسے شخص کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وعدہ سے مراد ہی یہ ہے کہ کسی چیز کی حفاظت اور مکمل نگرانی کی جائے، اور نماز میں خشوع کو اختیار کرنے سے مراد حضورِ قلب اور دِل کا سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نمازی شخص سے وعدہ کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے بندوں کی طرح وعدہ کرتا ہے، جس طرح بندے ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں۔ اور جو شخص نماز کی حفاظت نہیں کرتا تو اُس کو جنت میں داخل کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ نہیں کرتا، اگر چاہے تو فضل فرماتے ہوئے اُس کی مغفرت فرمادے اور اگر چاہے تو عدل فرما کر اُس کو عذاب میں مبتلا کر دے۔

اِس حدیثِ نبوی سے یہ بھی استدلال کیا گیا کہ نماز کو اَز روئے سستی ترک کرنے والا شخص اسی مذکورہ حکم میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس کو عذاب نہ دے، جب کہ کفار دائمی طور پر عذاب میں مبتلا رہیں گے اور دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ سستی وکاہلی کی وجہ سے نماز کو ترک کرنے والا شخص کفار کی طرح نہیں ہے۔

اِسی طرح حضرت حمران رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (صحیح مسلم:۲۶)

جو شخص یہ جانتے ہوئے فوت ہوا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں وہ شخص جنت میں داخل ہوگا

یہ حدیث نبوی ﷺ عمومی طور پر یہ فائدہ دیتی ہے کہ 'تارک صلوٰۃ' جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں (لا الہ الا اللہ) ایسا عقیدہ رکھتے ہوئے وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کافر ہو، ایسا عقیدہ نہ رکھے تو وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جیسا کہ مسلمان اسلاف واخلاف کا معمول تھا کہ وہ 'تارکِ صلوٰۃ' شخص کی وراثت کے وارث بنتے تھے، اور تارکِ صلوٰۃ شخص بھی اپنے بزرگ اسلاف کی وراثت کا حق دار بن جاتا تھا۔ اور اگر وہ شخص اُن کی نظر وسمجھ کے مطابق کافر ہوتا، تو وہ لوگ 'تارکِ صلوٰۃ' شخص کی وراثت کے حقدار نہ بنتے اور نہ ہی 'تارکِ صلوٰۃ' اُن کی وراثت کا وارث بنتا، بلکہ مسلمانوں نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ 'تارکِ صلوٰۃ' کو غسل دیا جائے گا اور اُس کی نمازِ جنازہ بھی اَدا کی جائے گی اور اگر اہل اسلام اُس کو کافر جانتے تو 'تارکِ صلوٰۃ' شخص کو وہ غسل نہ دیتے، نہ ہی کفن پہناتے اور

نہ ہی اُس کی نمازِ جنازہ پڑھتے (معلوم ہوا'تارکِ صلوٰۃ' مسلمان ہی ہوتا ہے، کافر نہیں ہوتا)۔

البتہ'تارکِ صلوٰۃ' کے بارے میں جو احادیثِ نبویہ وارد ہیں، اُن سے یہ دلیل پکڑی گئی کہ'تارکِ صلوٰۃ' کفر کرتا ہے اگرچہ سستی و کاہلی کی وجہ سے ہی ہو، لیکن ان احادیثِ مبارکہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ احادیثِ نبویہ میں 'تارکِ صلوٰۃ' کو ناپسند شخص قرار دیا گیا، 'تارکِ صلوٰۃ' کو کفار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، حقیقت میں وہ کافر نہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ (صحیح البخاری:۴۸، صحیح مسلم:۶۴)



مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے

اِس حدیثِ مبارک کی طرح دوسری مشابہ احادیث بھی اِسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں، اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ'تارکِ صلوٰۃ' بعض احکام میں کفار کی مشابہت اختیار کرتا ہے، لہٰذا'تارکِ صلوٰۃ' کا قتل کرنا واجب ہے۔ لیکن اِس حکم کی تاویل کی گئی۔ شرعی نصوص و قواعد اِس بات پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ کسی بھی مسلمان پر یقین کے علاوہ کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور مسلمان کے کسی بھی عمل کو کفریہ عمل نہیں کہا جائے گا، البتہ جب کوئی ایسی دلیل معلوم ہوئی جو اُس شخص کے کسی عمل، فعل ۔۔ یا ۔۔ عقیدہ کے کفر پر دلالت کرتی ہے تب اُس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۸

باجماعت نماز کی فضیلت اور نماز کے بعد انتظار کرنا

۔۔۔عَنْ أَبی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ (صحیح البخاری: ۶۴۷)

۔۔۔حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
آدمی کا باجماعت نماز اَدا کرنا گھر۔۔یا۔۔بازار میں نماز اَدا کرنے سے پچیس گنا زیادہ اجروثواب رکھتا ہے۔اور یہ ثواب اُس کو اِس وجہ سے حاصل ہوتا ہے جب وہ احسن طریقہ سے وضو کرے، پھر وہ مسجد کی طرف نماز اَدا کرنے کے ارادہ سے ہی نکلے، تو جب وہ شخص مسجد کی طرف جاتے ہوئے ایک قدم اٹھائے گا تو اُس کا ایک درجہ بلند ہوجائے گا اور اُس کی ایک خطامٹ جاتی ہے۔جب تک بندہ نماز اَدا کررہا ہوتا ہے تو فرشتے اُس کے لیے اُس وقت تک دُعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ پر موجود ہوتا ہے، الٰہی نماز اَدا کرنے والے شخص کی نماز قبول فرما، اُس پر رحم فرما۔۔۔اور جب وہ شخص نماز کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز کے اجروثواب میں ہوتا ہے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:
کہ حدیثِ مبارک میں ۔۔۔خَمْسَةً وَّ عَشْرِيْنَ ضِعْفًا۔۔۔پچیس ۲۵ گنا زیادہ ثواب کے متعلق اکثر روایات میں ذکر ہوا، جب کہ علامہ کرمانی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ(۔۔۔خَمْسًا وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔۔۔پچیس ۲۵ درجے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے (الکواکب الدراری، ج:۴، ص:۱۴۰)۔اِس کی تاویل یوں کی جائے گی کہ پچیس ۲۵ درجے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے ۔۔یا۔۔پچیس درجے نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(فِیْ بَیْتِهٖ وَ فِیْ سُوْقِهٖ) گھر میں اور بازار میں نماز اَدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز اَدا کرنا اجروثواب میں اضافہ کرتا ہے بہ نسبت گھر میں اور بازار میں نماز اَدا کرنے کے۔اور یہ بھی واضح رہے کہ گھر میں نماز اَدا کرنا زیادہ ثواب کا سبب بنتا ہے بہ نسبت بازار میں نماز اَدا کرنے کے، کیونکہ بازار شیاطین کی آماجگاہ ہوتا ہے۔یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تنہا (انفرادی) طور پر نماز اَدا کرنا خلافِ اولیٰ ہے جب کہ گھر۔۔یا۔۔بازار میں باجماعت نماز اَدا کرنا اولیٰ ہے۔بعض

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے بعض کے متعلق یہ وارد ہوا کہ با جماعت نماز اَدا کرنے کی صورت میں پچیس ۲۵ درجے دگنا اجروثواب حاصل ہوتا ہے، جب کہ عام مسجد میں بھی با جماعت نماز اَدا کرنے کا اجروثواب ملتا ہے لیکن خاص مسجد میں اجروثواب زیادہ ملتا ہے۔

حضرت سعید بن منصور نے اسنادِ حسن کے ساتھ حضرت اوس المعافری سے روایت کیا کہ اوس المعافری نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا۔۔۔ کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے احسن طریقہ سے وضو کیا اور پھر اُس شخص نے گھر میں نماز اَدا کی، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ تو عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا یہ اچھا خوبصورت عمل ہے۔ اوس المعافری نے پوچھا اور اگر اُس شخص نے اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز اَدا کی تو ایسا کرنا کیسا عمل ہے؟ فرمایا۔۔۔ اُس کو پندرہ نمازوں کے برابر اجروثواب ملے گا۔ اوس المعافری نے پوچھا کہ اگر وہ شخص مسجد کی طرف گیا اور اُس نے وہاں با جماعت نماز اَدا کی تو ایسا کرنا کیسا عمل ہوگا؟ اس کے جواب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا۔۔۔ اُس شخص کو پچیس ۲۵ نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (سنن سعید بن منصور میں مجھے اس کے متعلق تفصیل نہ مل سکی۔۔۔ شیخ عماد الدین بن احمد۔۔۔

حمید بن زنجویہ نے کتاب 'الترغیب' وغیرہ میں 'حدیثِ واثلہ' کو تحریر کیا اور کہا کہ انہوں نے قبائل کی مسجد میں پچیس ۲۵ گنا زیادہ اجروثواب کو خاص کیا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ایسی مسجد میں نماز اَدا کرنا جس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہو، تو اُس کو پانچ سو ۵۰۰ نمازوں کے برابر اجروثواب حاصل ہوگا لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج:۲، ص:۱۳۵)

نماز کے اجروثواب میں فرق جائے نماز کے تبدیل ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ مسجد کی طرف چل کر جانا، مسجد میں خشوع وخضوع کا آنا وغیرہ، اجروثواب میں اضافہ کے اسباب ہیں۔

ابن بطال علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔ کہ درجات اور اجروثواب میں اضافہ با جماعت نماز اَدا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی حدیثِ نبوی میں چار ۴ مرتبہ درجات کا تذکرہ ہوا، مثلاً:۔۔۔ **وذلک أنه إذا توضأ، ثم خرج إلى المسجد**۔۔۔ اس میں۔۔۔ **ذالک**۔۔۔ کا اشارہ ابتداء کلام میں مذکورہ جملے کی تفسیر کی طرف ہے۔ حدیثِ مذکورہ کا دوسرا جملہ۔۔۔ **ثم خرج إلى المسجد لا يخرجه إلا الصلاة**۔۔۔ ایک یہ درجہ ہے۔ اور یہ درجہ با جماعت نماز کے اَدا کرنے کے لیے نیت کرنا ہے۔ حدیثِ نبوی کا تیسرا جملہ۔۔۔ **لم يخط خطوة إلا رفعت له بها درجة، وحطت عنه بها خطيئة**۔۔۔ مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا دوسرا درجہ ہے۔ اور تیسرا جملہ۔۔۔ **فإذا صلى لم تزل الملائكة تصلى عليه مادام فى مصلاه**۔۔۔ یہ تیسرا درجہ ہے۔ کہ جب تک نمازی حال نماز میں ہوتا ہے، فرشتے اُس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور چوتھا درجہ۔۔۔ **ولا يزال أحدكم فى صلاة ما انتظر الصلاة**۔۔۔ یہ ہے کہ نمازی شخص جب تک نماز اَدا کرنے کے انتظار میں رہتا ہے اُس کو نماز کا اجروثواب حاصل ہوتا رہتا ہے۔

(شرح ابن بطال، ج:۲، ص:۲۷۲)

مذکورہ روایت سے یہ معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے فرشتے اُس وقت تک دُعا واستغفار کرتے رہتے ہیں جب

تک وہ شخص نماز اَدا کرنے کی جگہ (مصلیٰ) پر بیٹھا رہتا ہے، اور نمازی نماز اَدا کرنے کے بعد ذکر واَذکار پڑھتا رہتا ہے۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے کہا:

مذکورہ حدیثِ نبوی میں آیا۔۔۔ اللّٰھم ارحمه۔۔۔ الٰہی! اُس شخص پر رحم فرما۔ ابن ماجہ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔۔۔ اللّٰھم تب علیه۔۔۔ الٰہی اس کی توبہ قبول فرما۔ (سنن ابن ماجہ:۷۹۹)

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے دیگر اعمال کی نسبت نماز کی فضیلت پر استدلال کرتے ہوئے کہا۔۔۔ کہ جب یہ معلوم ہوا کہ ایسے شخص کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اُس کے لیے رحمت، بخشش اور اُس کی توبہ کی قبولیت کے لیے دُعا کرتے ہیں، لہٰذا نماز ایک افضل ترین عمل ہے اور فرشتے مخلوق میں سے صالحین بندوں کو ملاحظہ کرتے رہتے ہیں، بندوں کے درجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، کیونکہ فرشتے ایسے بندوں کے لیے دُعا کرنے اور استغفار کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔

(فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج:۲،ص:۱۳۶)



حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۹

فرض نمازوں کے اَدا کرنے کے بعد دُعا کرنا اور دُعا پر 'آمین' کہنا

۔۔۔عَنْ أَبِی أُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ أَیُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ ؟ قَالَ:
جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوٰاتِ الْمَکْتُوبَاتِ (سنن ترمذی:۳۴۹۹)

۔۔۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کون سی دُعا زیادہ سنی جاتی ہے۔فرمایا:
رات کے آخری حصہ اور پانچ ۵ وقت کی فرض نماز اَدا کرنے کے بعد، کی جانے والی دُعا زیادہ سنی جاتی ہے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔فرض نمازوں کے سلام پھیرنے کے بعد دُعا کرنے کی مشروعیت پر مذاہبِ اربع کے علمائے کرام کا اتفاق ہے،جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ عالی شان ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ﴿۹۴:۷-۸﴾

اور جب تم نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں محنت کرو، اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو

اکثر مفسرین نے کہا کہ نماز سے فارغ ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اب دُعا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

مذکورہ بالا حدیثِ نبوی اور اس کے علاوہ دیگر احادیثِ مبارکہ بھی فرض نمازوں کی اَدائیگی کے بعد دُعا کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔البتہ باجماعت نماز (پڑھانے کے بعد) میں سلام پھیرنے کے بعد امام کے لیے اجتماعی دُعا کرانا اور مقتدیوں کا اُس کو سن کر 'آمین' کہنا، اِس موضوع کے متعلق بہت زیادہ احادیثِ نبویہ اور آثار وارد ہوئے ہیں۔
حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ مستجاب الدُعا تھے، انہوں نے لشکر کو حکم دیا کہ دشمن کے سامنے جاؤ، جب وہ دشمن کے سامنے گئے تو حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔۔۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

لَا یَجْتَمِعُ مَلَأٌ فَیَدْعُوْ بَعْضُھُمْ، ویؤمن البَعْضَ إِلَّا أَجَابَھُمُ اللّٰہُ

جب مسلمانوں کا ایک گروہ (جماعت) اکٹھا ہوتا ہے اور اجتماعی طور پر دُعا کرتا ہے
اور لوگ 'آمین' کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا کو ضرور قبول فرماتا ہے

اِس حدیثِ نبوی کو حاکم نے 'مستدرک' میں روایت کیا۔۔علاوہ ازیں۔۔اِس روایت کو طبرانی نے بھی بیان کیا۔

(المستدرک للحاکم:۵۴۷۸،المعجم الکبیر للطبرانی،ج:۴،ص:۲۱،رقم الحدیث:۳۵۳۶)

۔۔۔امام ہیثمی علیہ الرحمہ نے کہا: اِس روایت کے رجال ماسوائے ابن لھیعہ صحیح رجال ہیں، وہ حسن الحدیث ہے۔

(مجمع الزوائد،ج:۱۰،ص:۱۷۰)

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا: اکثر لوگوں کی عادت بن چکی ہے کہ وہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد امام مسجد کے ساتھ

اجتماعی دُعا کرتے ہیں، اِس کی کوئی اصل نہیں، اگرچہ اس امر کی طرف امام ماوردی نے 'الحاوی الکبیر' میں اشارہ بھی کیا۔

(الحاوی الکبیر للماوردی، ج:٦،ص:١٤٨)

۔۔۔امام ماوردی علیہ الرحمہ نے کہا: اگر کسی شخص نے ایسی نماز اَدا کی جس نماز کے بعد نفلی نماز نہیں، مثلاً: نمازِ فجر وعصر، اُن کو اَدا کرنے کے بعد قبلہ شریف کی طرف کمر کریں، لوگوں کی طرف منہ کریں اور دُعا کریں۔ اور اگر ایسی نماز اَدا کریں جس نماز کے بعد نفلی نماز ہو، مثلاً: نمازِ ظہر، نمازِ مغرب، نمازِ عشاء، تو ایسی نمازوں میں نمازی شخص کو اختیار ہے کہ وہ نفلی نماز اپنے گھر میں اَدا کرے، اس کی طرف خاص اشارہ کرنا اصل کے خلاف ہے، بلکہ ہر نماز کی اَدائیگی کے بعد مستحب ہے کہ دُعا کی جائے، لوگوں کی طرف منہ پھیرنا مستحب ہے اور پھر دُعا کرنا بھی مستحب ہے۔ (المجموع شرح المهذب، ج:٣،ص:٤٨٨)

۔۔۔امام منصور البہوتی الحنبلی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔۔۔امام مسجد کو چاہیے کہ وہ نمازِ فجر وعصر کے بعد دُعا کرے کیونکہ رات اور صبح کے وقت نازل ہونے والے فرشتے دُعا میں شرکت کرتے ہیں اور یہ فرشتے دُعا پر 'آمین' کہتے ہیں اور اِس وجہ سے دُعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اسی طرح دونوں نمازوں (نمازِ فجر ونمازِ عصر) کے علاوہ دیگر نمازوں کے بعد بھی دُعا کی جائے، کیونکہ فرض نمازوں کو اَدا کرنے کے بعد والے لمحات دُعا کے قبول ہونے والے ہوتے ہیں۔ دُعا کو الحمدللہ اور اللہ رب العزت کی ثناء اَدا کرنے سے شروع کیا جائے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اِذا صلّٰی أحدُکُم فَلْيَبْدَأ بِتَحمِيدِ رَبِّهِ والثنآء علیه ثُمَّ يُصَلِّیْ
عَلٰی النَّبِیِّ. صلی اللّٰہ علیه وسلم ثُمَّ يَدْعُوْ بِمَا شآءَ

جب تم میں سے کوئی شخص نماز اَدا کرے تو اُس کے بعد وہ شخص اپنے رب کی حمد وثناء بیان کرے،
پھر حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے، پھر اُس کے بعد جو چاہے دُعا کرے

اِس روایت کو ابوداوٗد، نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور صحیح کہا۔ (سنن ابوداوٗد:١٤٨١، سنن نسائی:١٢٨٤، سنن ترمذی:٣٤٧٧۔۔۔ فضالہ بن عبید سے روایت ہے لیکن یہ کلمات نسائی کی روایت میں نہیں ہیں نسائی میں مکمل حدیث درج ہے)

۔۔۔اور کہا دُعا کو اللہ تعالیٰ کی حمد اَدا کرتے ہوئے ختم کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿١٠:١٠﴾

اور آخری بولی ان کی کہ الحمدللہ رب العالمین

۔۔۔اور اُن کی دُعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں کا سراپا اللہ، جو ہے رب سارے جہاں کا۔ (كشاف القناع علی متن الاقناع، ج:١،ص:٣٦٧)

اور واضح رہے کہ دُعا کے شروع اور اختتام پر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود شریف بھیجا جائے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۱۰﴾

﴿نمازِ تہجد﴾

۔۔۔عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَیُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَکْتُوبَةِ ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ۔۔۔ قِیلَ أَیُّ الصِّیَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ ؟ قَالَ: ۔۔۔شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِی تَدْعُونَهُ الْمُحَرَّمِ (مسند احمد:۸۰۲۶)

۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ فرمایا۔۔۔آدھی رات کے وقت کی نماز اَدا کرنا افضل ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ ماہِ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہوتے ہیں؟ فرمایا۔۔۔اللہ تعالیٰ کا وہ مہینہ جس کو تم ماہِ محرم کہتے ہو۔

۔۔۔تشریح۔۔۔صلاۃ التہجد سے مراد 'قیام اللیل' کی نماز ہے۔ بخاری وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِیلَ لَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: أَفَلَا أَکُونَ عَبْدًا شَکُورًا (صحیح البخاری:۱۱۳۰)

حضور نبی اکرم ﷺ نے 'قیام اللیل' فرمایا حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک ورم آلودہ ہوگئے، تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سابقہ ومتاخرہ لغزشیں درگزر فرمادیں۔ فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بن جاؤں؟

۔۔۔نمازِ تہجد اَدا کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَقْرَبُ مَا یَکُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ الْآخِرِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَکُونَ مِمَّنْ یَذْکُرُ اللّٰهَ فِی تِلْکَ السَّاعَةِ فَکُنْ (رواہ الترمذی:۳۵۷۹۔۔۔عن عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ)

بندہ اپنے پروردگار کے قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ تم رات کی اُس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تو تم کو چاہیے کہ تم اُس کو یاد کرو

۔۔۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ، فَإِنَّهُ مِنْ دَأْبِ الصَّالِحِینَ قَبْلَکُمْ، وَإِنَّ قِیَامَ اللَّیْلِ قُرْبَةٌ إِلَی اللّٰهِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْآثَامِ، وَتَکْفِیرٌ لِلسَّیِّئَاتِ، وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ (سنن ترمذی:۳۵۴۹)

تم قیام اللیل کو لازم پکڑو، یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا شیوہ تھا، بے شک قیام اللیل کرنا اللہ تعالیٰ کا قرب دیتا ہے، گناہوں سے دُور رکھتا ہے، خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، جسم سے بیماری کو دُور کر دیتا ہے

۔۔۔امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی 'مسند' میں روایت کیا کہ حضرت ابو سعید ﷛ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

الشِّتَاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ موسم سرما مؤمن کی بہار ہے (مسند احمد:۱۱۷۱۶)

۔۔۔یعنی موسم سرما کا دن چھوٹا ہوتا ہے تو وہ روزے رکھتا ہے اور رات طویل ہوتی ہے تو رات میں وہ قیام اللیل کرتا ہے۔

قیام اللیل کی نماز کے متعلق بہت زیادہ احادیثِ نبویہ اور صالحین کے اقوال وارد ہیں، جن کی وجہ سے نفس و قلب پاک وصاف ستھرا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں مناجات کی جاسکتی ہیں۔

۔۔۔امام عبداللہ بن علوی الحداد رحمہ اللہ نے کہا: تو جان لے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد نفل اَدا کیے، یقیناً اُس شخص نے رات کو قیام کیا۔ بعض سلف صالح رات کے اول حصّہ میں اپنے اذکار واوراد پڑھتے تھے، جبکہ واضح رہے کہ رات کو نیند کرنے کے بعد بیدار ہونے میں شیطان کی مخالفت ہے، نفس کے خلاف مجاہدہ ہے، اور اس میں عجیب راز ہے۔ اور یہ عبادت نمازِ تہجد کی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو اِس طرح حکم دیا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ﴿۱۷:۷۹﴾

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو، یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے

ماثور میں وارد ہے۔۔۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ اپنے گھر والوں کے درمیان سے اپنے بستر سے اُٹھتا ہے تاکہ وہ نمازِ تہجد اَدا کرے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے فخر ومباہات کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف اپنے کرم فرمانے والی ذات کے ساتھ توجہ فرماتا ہے۔

واضح رہے کہ جو شخص آخرت کا طلبگار ہے اُس کے لیے بہت بُری بات ہے کہ وہ 'قیام اللیل' نہ کرے۔ آخرت کا ارادہ کرنے والا شخص تو زیادہ بھلائی کا طلب گار رہتا ہے اور وہ اپنے قیمتی اوقات کی حفاظت کرتا ہے۔

(المعاونة والمظاهرة والموازرة، ص:۴۰)

قیام اللیل (نمازِ تہجد) کی اہمیت اِس بات سے بھی عیاں ہے کہ اس کا اَدا کرنا سنت ہے، اِس کی رکعات متعین نہیں۔ نمازِ تہجد کی اَدائیگی کا وقت رات کو نیند کرنے کے بعد بیدار ہونے سے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز سے پہلے تک باقی رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس وقت دو ۲ خفیف رکعت اَدا کرتا ہے تو اُس کو 'قیام اللیل' کا اجر وثواب حاصل ہوجاتا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۱۱﴾

﴿نمازِ چاشت﴾

۔۔۔عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:

يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (صحیح مسلم:۷۲۰)

۔۔۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص کے لیے لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ہر صبح اپنے جسم کی ہڈیوں کے جوڑ کا صدقہ دے، ہر تسبیح پڑھنا صدقہ ہے، ہر تحمید کرنا صدقہ ہے، ہر تہلیل کرنا صدقہ ہے، ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے، کسی نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، کسی بُرائی سے منع کرنا صدقہ ہے، اور ضُحیٰ (چاشت) کے وقت دو ۲ رکعت نماز نفل اَدا کرلینا اِن سب کلمات کی کفایت کرتا ہے''۔

۔۔۔تشریح۔۔۔سلامیٰ: سُلامیٰ سے مراد جسمانی ہڈیوں کے جوڑ ہیں، ان سے مراد تمام جسم کی ہڈیاں اور مفاصل ہیں۔اُن کی تعداد مسلم شریف کی حدیثِ نبوی میں یوں بیان ہوئی:

إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلٰى سِتِّيْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مِفْصَلٍ

بے شک اولادِ آدم میں سے ہر انسان کے جسم کو تین سو ساٹھ ۳۶۰ مفاصل کے ساتھ تخلیق کیا گیا۔ (صحیح مسلم:۱۰۰۷)

☆ تسبیح سے مراد۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔ ☆ تحمید سے مراد۔۔۔الحمدللہ۔۔۔

☆ تہلیل سے مراد۔۔۔لاالہ الااللہ۔۔۔ ☆ اور تکبیر سے مراد۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔ہے۔

اِس کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرے اور اپنے جسم کے مفاصل کی تخلیق وسلامتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے، تاکہ اُس بندے پر دائمی طور پر عافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوتی رہیں۔ جب ایک انسان ان نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتا ہے تو گویا کہ وہ صدقہ دیتا ہے، اور صدقہ بلا ومصیبت کو ٹال دیتا ہے۔اعضاءِ جسمانی کی سلامتی کی وجہ سے صدقہ اَدا کرنا اُن سے مصیبت وبلا کو دُور لے جاتا ہے۔واضح رہے کہ ایسا کرنا کثرت کے ساتھ صدقات دینے پر اُبھارتا ہے۔

بخاری وغیرہ میں وارد ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر بندہ، شکر، تسبیح، تہلیل، تحمید اور تکبیر نہ کرسکے، تو پھر کیا کرے؟ فرمایا۔۔۔فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ۔۔۔(صحیح البخاری:۶۰۲۲)

اُس شخص کو چاہیے کہ وہ شر کے کاموں سے دُور رہے تو اُس کا ایسا کرنا اُس کے لیے صدقہ ہوگا

حدیثِ نبوی کا یہ جملہ اِس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہر روز صدقہ وخیرات نہیں کرسکتا، تو اُس

کو چاہیے کہ وہ کوئی شر والا کام نہ کرے، ناپسندیدہ کام سے باز رہے، تو اُس شخص کا ایسا عمل بھی صدقہ اَدا کرنے کے زمرے میں شمار ہوگا۔ ایسا کرنے سے گویا کہ اُس شخص نے واجبات کو قائم کیا اور محرمات سے محفوظ رہا۔ یہ ایسا شکر ہے جس کو 'شکرِ واجب' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسا شکر اَدا کرنا جملہ نعمتوں کے حصول وغیرہ کے لیے کفایت کرے گا۔

البتہ جو شکر مستحب ہے وہ یہ ہے کہ طاعت کرتے ہوئے نوافل اَدا کرے۔ مثلاً: ذکر اذکار کی کثرت کرے، تو اُس کی ہر تسبیح صدقہ اَدا کرنے کے برابر شمار ہوگی، ہر تحمید صدقہ اَدا کرنے کے برابر شمار ہوگی، اور ہر تہلیل و تکبیر صدقہ اَدا کرنے کے برابر شمار ہوگی۔ اِسی طرح ایسی نیکی کرنے کے لیے اُبھارنا جس نیکی کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے حکم دیا، صدقہ اَدا کرنے کے حکم میں ہوگا۔ ایسی بُرائی جس کو شریعتِ اسلامیہ نے حرام قرار دیا اُس بُرائی سے باز آ جانا بھی صدقہ اَدا کرنے کے حکم میں شمار ہوگا۔ دَرحقیقت اِن امور کو بھی صدقہ کے حکم میں شمار کر دیا گیا، یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان فضل و کرم کی نشانی ہے۔ ربِّ کائنات عملِ قلیل پر جزائے عظیم عطا فرماتا ہے۔

صدقہ اَدا کرنے پر قادر شخص دیگر اشخاص سے افضل ہے، کیونکہ وہ صدقہ کا فائدہ دیگر لوگوں تک پہنچاتا ہے، دوسری عبادات وطاعات کو وہ اَدا کرنے کے ساتھ ساتھ صدقہ بھی اَدا کرتا ہے۔ ان تمام اعمالِ صالحہ کو جمع کرنا افضل ترین اور اکمل ترین نیکی ہے۔

نمازِ چاشت (صلاۃ الضحیٰ) کا اَدا کرنا بہت عظیم اجر وثواب رکھتا ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ان تمام نیکیوں کو جمع کرنے کے لیے 'صلاۃ الضحیٰ' کا اجر وثواب ہی کافی ہے۔۔۔ الٰہی! ہم سب کو 'صلاۃ الضحیٰ' اَدا کرنے کے لیے استقامت عطا فرما!۔ (آمین)

'صلاۃ الضحیٰ' کا وقت 'صلاۃ الظہر' کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک ہوتا ہے۔ جب سورج ایک نیزے کے برابر بلند ہو 'صلاۃ الضحیٰ' کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اِس نفلی نماز کی رکعات کم از کم دو ۲ رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ۸ رکعت ہیں، اور یہ نماز 'غیر مؤکدہ سنت' ہے۔

افضل یہ ہے کہ اِس نماز کو دو رکعت (دوگانہ) کی صورت میں اَدا کیا جائے، جیسا کہ ابوداوٗد کی روایت میں آیا:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفُتْحِ صَلّٰى سُبْحَةَ الضُّحٰى
ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ (سنن ابوداوٗد: ۱۲۹۰)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز آٹھ ۸ رکعات کے ساتھ اَدا فرمائی۔ دو ۲ دو ۲ رکعت اَدا فرما کر سلام پھیرا۔۔۔ میں (عماد الدین بن احمد) کہتا ہوں کہ 'صلاۃ الضحیٰ' بڑی برکت والی نماز ہے، اِس نماز کی اَدائیگی پر ہم کو ہمارے عارف باللہ مشائخ کرام نے اُبھارا ہے کیونکہ اس نماز کی اَدائیگی میں دُنیاوی واخروی فوائد ہیں۔ ہمارے مشائخ کرام نے کہا۔۔۔ اگر ہمارا مرید نمازِ فجر اَدا کرے اور سورج طلوع ہونے تک حلقہء علم یا حلقہء ذکر میں بیٹھا رہا، اور اپنے اُس وقت کو 'صلاۃ الضحیٰ' (نمازِ چاشت) اَدا کرنے کے بعد ختم کیا، تو اُس کو ایسا رزق ملے گا جو رزق صبح سویرے اُس کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ آخرت کا طلبگار سال بھر اسی نفلی نماز کی پابندی کرے تو یہ اُس کے لیے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۱۲﴾
﴿روزے کی فضیلت﴾

۔۔۔عَنْ أَبی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قال :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّیَامَ فَإِنَّهُ لِی وَأَنَا أَجْزِی بِهِ.. وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَسْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْیَقُلْ إِنِّی امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ رِیحِ الْمِسْكِ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَإِذَا لَقِیَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ (متفقٌ علیه) (صحیح البخاری:۱۹۰۴،صحیح مسلم:۱۱۵۱)

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
کہ اللہ عزوجل نے ارشادفرمایا۔۔۔ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لیے ہی ہے مگر روزہ اُس کے لیے نہیں ہے۔پس بے شک روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اُس کے روزے کی اُس کو جزا دوں گا۔اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو اُس دن وہ اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرے اور نہ ہی کوئی لڑائی جھگڑا کرے۔اوراگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو گالی گلوچ کرے۔۔یا۔لڑائی جھگڑا کرے تو روزہ دار کو چاہیے کہ وہ بولے بے شک میں روزہ سے ہوں، اُس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمدِ عربی ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزِ قیامت کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی ،روزے دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں، جن دو خوشیوں کی وجہ سے وہ خوش ہوتا ہے۔پہلی خوشی تب نصیب ہوتی ہے جب روزے دار اپنا روزہ افطار کرتا ہے، اور دوسری خوشی تب نصیب ہوگی جب قیامت کے دن اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور رب تعالیٰ اُس کے روزے سے خوش ہوگا۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ نے ارشادفرمایا: کہ مذکورہ حدیثِ قدسی کے کلمات۔۔۔ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّیَامَ فَإِنَّهُ لِی وأَنا أجزِیُ بِهٖ۔۔۔کے معنیٰ میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے۔یہ تو واضح ہے کہ تمام طاعات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔بعض علماء نے کہا۔۔۔کہ تمام طاعات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے شخص کی عبادت نہیں کی جاتی اور کسی بھی زمانہ میں روزہ رکھنے کی وجہ سے کفار نے کسی کی بھی تعظیم نہیں کی، اگر چہ کفار، نماز، سجدہ، صدقہ اور ذکر وغیرہ کی صورت میں اپنے جھوٹے معبودوں کی تعظیم کرتے تھے۔بعض علماءِ کرام نے کہا ۔۔۔کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے جو ریاکاری سے دُور ہے، جبکہ روزہ ایک خفیہ عبادت ہے۔روزہ ظاہری عبادات،

صدقات وغزوات اور حج ونماز کے برعکس عبادت ہے۔ بعض علماء کرام نے کہا۔۔۔ کیونکہ روزہ اور روزے دار کا اس میں کوئی حصہ نہیں، جزاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے (وانا اجزی بہ) اِس میں روزہ کی عظمت کی فضیلت ہے اور روزہ کی وجہ سے کثرت کے ساتھ اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ کریم نے بذاتِ خود خبر دی کہ وہ خود ہی روزہ کی جزاء دے گا، تو یہ جزاء اُس کی عطا کی وسعت کے برابر عظیم الشان ہوگی۔

مذکورہ حدیثِ قدسی کا جملہ۔۔۔ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔۔۔ کے متعلق قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا کہ ایسا عمل قیامت کے روز ظاہر ہوگا۔ اُس دن روزہ دار کے منہ کی بُو مسک (کستوری) سے زیادہ خوشبودار ہوگی، جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والے شخص کے خون کی بُو قیامت کے دن کستوری کی طرح ہوگی۔ بعض علماء کرام نے کہا۔۔۔ جس طرح کستوری لگانے والے شخص کو خوشبو زیادہ محسوس ہوتی ہے، اِسی طرح روزہ دار کو بروزِ قیامت روزہ کی وجہ سے اجر وثواب زیادہ حاصل ہوگا۔ بعض علماء کرام نے کہا۔۔۔ جس طرح کستوری کی خوشبو ہمارے نزدیک بہت زیادہ طیب ہوتی ہے، اس سے زیادہ فرشتوں کے لیے روزہ دار کے منہ کی بُو زیادہ طیب وعمدہ ہوتی ہے، اگرچہ دُنیاوی زندگی میں ہمارے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو اچھی نہیں ہوتی۔

۔۔۔ (اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ) حرفِ جیم پر پیش ہے۔ اِس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ایک رکاوٹ ہے، روزہ گناہوں اور جماع سے منع کرتا ہے، روزہ جہنم کی آگ سے منع کرتا ہے۔۔۔ فَلَا يَرْفُثُ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبُ۔۔۔

'رفث' سے مراد جماع ہے۔ 'رفث' کا اطلاق فحش گوئی اور جماع کرنے کے لیے تیار ہونے پر بھی ہوتا ہے، جب کہ یسخب سے مراد جھگڑا کرنا اور چیخ وپکار کرنا ہے۔

وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهٖ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ

حدیثِ قدسی کے اس جملہ کے متعلق علمائے کرام نے کہا رب تعالیٰ کی ملاقات کے وقت روزہ دار کو اس وجہ سے خوشی ہوگی کیونکہ وہ اپنے روزہ کی جزاء وعطا کو دیکھے گا، اور روزہ کی وجہ سے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھے گا، اور روزہ دار کو جو خوشی افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے وہ خوشی اِس وجہ سے ہے کہ افطاری کے وقت اس کی روزہ کی صورت میں عبادت مکمل ہوتی ہے اور وہ اُس دن روزہ کی وجہ سے تمام مفسدات وخطاؤں سے سلامت رہا، اب افطاری کے وقت روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب کی امید ہوتی ہے تو روزہ دار خوش وخرم ہوتا ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم باختصار، ج:۸، ص:۲۹-۳۰)

۔۔۔ شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں: کہ یقیناً روزہ کی فضیلت کے بارے میں بہت زیادہ احادیثِ نبویہ وارد ہیں، اُن میں سے حدیثِ قدسی ہے:

إِنَّمَا يَذَرُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ مِنْ أَجْلِي، فَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ (مسند احمد:۹۹۹۹)

بے شک روزے دار میری خاطر اپنا کھانا، پینا اور شہوت کو ترک کرتا ہے،
پس روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی روزہ کی جزا دوں گا

۔۔۔ وقال رسول اللہ ﷺ:

اِنَّ فِیْ الْجَنَّةِ بَاباً یُقَالُ لَهُ الرَّیَّانُ یَدْخُلُ مِنْهُ فِی الصَّائِمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (صحیح البخاری:۱۸۹۶)

---حضور ﷺ نے فرمایا:

بے شک جنت میں ایک ایسا دروازہ ہے جس کا نام 'ریّان' ہے، قیامت کے دن
اُس دروازے سے روزہ دار داخل ہوں گے

---مسلم شریف کی روایت ہے:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتْ الشَّيَاطِينُ (صحیح مسلم:۱۰۷۹)

جب ماہِ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے
دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو گرفتار کر دیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عبادات پر استقامت عطا فرمائے، کثرتِ نوافل کی اَدائیگی کی توفیق عطا فرمائے، خاص طور پر نماز، روزہ اور صدقات اَدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب کو تمام اعمال واقوال واحوال میں اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔ (آمین)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۱۳﴾
﴿صدقے کی فضیلت﴾

۔۔۔عَنْ أَنَسٍ رضی اللّٰہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اَلْحَسَدُ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیئَةَ کَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَالصَّلَاةُ نُورُ الْمُؤْمِنِ، وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ (سنن ابن ماجہ:۴۲۱۰)

۔۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کہ حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اِسی طرح صدقہ، گناہ کو بجھا دیتا ہے۔نماز مؤمن کا نور ہے اور روزہ جہنم کی آگ کے لیے ڈھال (رکاوٹ) ہے

۔۔۔تشریح۔۔۔شیخ عبدالرؤوف ابن علی المناوی رحمہ اللہ 'فیض القدیر' میں لکھتے ہیں:
حسد سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء پر غیظ وغضب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر اعتراض کرنا۔ حسد کرنا نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔حسد کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلہ وقضاء پر اعتراض کرتا ہے، حالانکہ اُس فیصلہ پر بندے کو اعتراض کرنا جائز نہیں۔ایسا فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات کو نقصان نہیں دیتا۔اللہ تعالیٰ ایسا کام نہیں کرتا جو عبث ہو اور وہ کسی شئے کو غیر محل میں بھی نہیں رکھتا۔حسد کرنے والے شخص کی دائمی غیظ کی وجہ سے دُنیا میں گرفت ہوتی ہے اور آخرت میں اُس کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔اِن تمام امور کے باوجود یہ بھی کہ حسد کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

اور جس طرح پانی، آگ کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے، اِسی طرح صدقہ بھی گناہوں اور خطاؤں کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے۔اور واضح رہے کہ نماز، اہل ایمان کا نور ہے، یعنی نماز اَدا کرنے کی وجہ سے نمازی کی قبر میں نماز کا اجر وثواب نور اور روشنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، نمازی شخص کی قبر تاریک نہیں ہوتی بلکہ نور کی طرح روشن ہوتی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ نمازی شخص کو پُل صراط سے گزرتے ہوئے نماز کا نور فائدہ پہنچائے گا۔۔یا۔۔نمازی شخص کو دونوں حالتوں میں نماز کا نور فائدہ دے گا، قبر میں بھی نور اور پُل صراط سے گزرتے وقت بھی نور حاصل ہوگا۔اور روزہ جہنم سے بچانے والی ڈھال اور رکاوٹ بن جائے گا۔(فیض القدیر، ج:۳،ص:۴۱۳)

شیخ عمادالدین بن احمد حفظہ اللہ قمطراز ہیں کہ: انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کی فضیلت کے متعلق بہت زیادہ آیاتِ قرآنیہ موجود ہیں، جن میں سے ایک آیتِ مبارکہ یہ ہے:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱:۱۴﴾

سمجھادو میرے ماننے والے بندوں کو، "کہ نماز کی پابندی رکھیں، اور خیرات کرتے رہیں، جو ہم نے ان کو روزی دی ہے، چھپا کر اور جتا کر، قبل اس کے، کہ آئے وہ دن جس دن نہ کوئی خرید فروخت ہے، اور نہ کسی کافر کا باہمی یارانہ ہے" (معارف القرآن)

سِری طور پر انفاق کرنے سے مقصود ہے کہ نفلی طور پر صدقہ دیا جائے اور علانیہ طور پر انفاق کرنے سے مراد ہے کہ فرض شدہ زکوٰۃ کو اَدا کیا جائے، جب کہ فرض کو علانیہ طور پر اَدا کرنا افضل ہے، جس طرح خفیہ طور پر نفلی صدقہ اَدا کرنا افضل ہے۔

۔۔۔صدقہ کی فضیلت کے بارے میں بہت زیادہ احادیثِ نبویہ مروی ہیں۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے:

مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (صحیح البخاری:۷۵۱۲، صحیح مسلم:۱۰۱۶)

تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو عنقریب اپنے رب سے ہمکلام نہ ہو، اور اُس کے درمیان کوئی ترجمان بھی نہیں ہوگا۔ وہ شخص اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اُس کو نیکیاں نظر آئیں گی اور پھر بائیں طرف دیکھے گا تو اُس کو پیش کردہ خطائیں نظر آئیں گی۔ وہ اپنے سامنے جہنم کی آگ کو ہی دیکھے گا! جہنم کی آگ سے دُور رہو اگرچہ آدھی کھجور صدقہ کرنے کی توفیق ملے۔

معلوم ہوا صدقہ کرنے والے شخص کو صدقہ جہنم کی آگ سے بچاتا ہے، جیسا کہ واضح ہے کہ صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَتَمْحُو الْخَطِيئَةَ (المعجم الکبیر، ج:۱۹، ص:۴۲۱، رقم:۱۰۱۸)

بے شک خفیہ طور پر صدقہ کرنا رب تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور خطاؤں کو مٹاتا ہے

۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد:۲۲۱۳۳، سنن ترمذی:۲۶۱۶)

اور صدقہ خطاؤں کو مٹاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے

۔۔۔جیسا کہ معلوم ہے کہ صدقہ مختلف بیماریوں کا علاج ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، فَإِنَّهَا تَدْفَعُ

عَنكُمُ الأعْرَاضَ وَالامْرَاضَ (کنزالعمال:۲۸۱۸۳)

اپنے مریضوں کا علاج صدقہ اَدا کرنے سے کرواورزکوٰۃ اَدا کرنے کی وجہ سے اپنے مال ودولت کو محفوظ کرو، بے شک ایسا کرنا تم سے بیماریوں اور پریشانیوں کو دُور لے جاتا ہے

۔۔۔اِس روایت کو دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور امام متقی ھندی نے 'کنزالعمال' میں بھی روایت کیا:

صدقہ اَدا کرنے میں دِل کی سختی کا علاج بھی ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں شکایت کی کہ اُن کا دِل سخت ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنْ أَرَدْتَ اَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ، فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ، وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ (مسند احمد:۷۵۷۶)

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دِل نرم ہو تو پھر تم مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو، یتیم کی کفالت کرو

درج ذیل روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ خرچ کرتا رہتا ہے فرشتے اُس کے لیے دُعائے خیرو برکت کرتے رہتے ہیں اور جو شخص اپنے مال ودولت کو خرچ نہیں کرتا، فرشتے اُس کے مال ودولت کے تلف وضائع ہونے کے بارے میں بددُعا کرتے رہتے ہیں۔

۔۔۔حدیثِ نبوی یہ ہے:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (صحیح البخاری:۱۴۴۲، صحیح مسلم:۱۰۱۰)

ہر روز اللہ تعالیٰ کے فرشتے صبح صبح نازل ہوتے ہیں، ایک فرشتہ یہ دُعا کرتا ہے۔۔۔الٰہی! جو شخص تیری راہ میں خرچ کرتا ہے اُس کو نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ یہ بددُعا کرتا ہے۔۔۔الٰہی! جو شخص تیری راہ میں خرچ نہ کرے تو اُس کے مال ودولت کو ضائع فرما!

۔۔۔اللہ تعالیٰ صدقہ کیے گئے مال ودولت میں برکت بھی پیدا فرماتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ (صحیح مسلم:۲۵۸۸)

جس شخص نے جو صدقہ نکالا، اُس کا مال ودولت کبھی کم نہیں ہوتا

۔۔۔صدقہ اَدا کرنا مال ودولت کو پاکیزگی دیتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ إِنَّ هَذَا الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ (مسند احمد:۱۶۱۳۵)

اَے تاجرو! بے شک یہ فروخت کرنے والا سامان، جھوٹی قسمیں اور لغویات کا شکار ہوتا رہتا ہے، لہٰذا تم کو چاہیے کہ تم اس سامانِ تجارت کو صدقہ کی صورت میں پاک وصاف کرو

۔۔۔اللہ تعالیٰ کی جس کام میں رضا وخوشنودی ہے ہم کو وہ عطا فرمائے اور ہم سب کو خفیہ اور ظاہر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۱۴﴾
﴿حج وعمرہ کی فضیلت﴾

۔۔۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ
لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ (متفق علیه) (صحیح البخاری:۱۷۷۳،صحیح مسلم:۱۳۴۹)

۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کی اَدائیگی تک کی درمیانی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں
اورحج مبرور کی جزاءصرف اورصرف جنت ہے

۔۔۔تشریح۔۔۔(اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا)۔۔۔کے متعلق امام نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس جملہ سے عمرہ اَداکرنے کی فضیلت ظاہرہوتی ہے،اوردو۲ عمرے اَداکرنے کے درمیان جوخطائیں سرزدہوجاتی ہیں،عمرہ اَداکرنا اُن کا کفارہ بھی بن جاتا ہے۔اِس سے بعض علماءکرام نے یہ استدلال کیا کہ مذہبِ شافعی کوتقویت ملی ہے،جیسا کہ عمرہ سے دوسرے عمرہ کی اَدائیگی فقہ شافعی میں وارد ہے۔جمہورعلماءکرام کے نزدیک ایک سال میں ایک عمرہ شریف اَداکرنے کے علاوہ دیگرعمرے اَداکرناایک مستحب عمل ہے،جب کہ امام مالک وغیرہ نے کہا۔۔۔سال میں ایک عمرہ اَداکرنے کے علاوہ دیگرعمرے اَداکرنامکروہ ہے۔جب کہ قاضی ابویوسف اوردیگرفقہاءکرام کا مؤقف ہے۔۔۔کہ مہینہ میں ایک عمرہ اَداکرنے کے علاوہ دیگرعمرے اَدانہیں کرنے چاہئیں۔

واضح رہے کہ سال کے تمام اوقات میں عمرہ اَداکرنے کاوقت موجودہے،سال کے ہرمہینہ میں عمرہ شریف اَداکرنا صحیح ہے،البتہ جس شخص نے حج اَداکرنے کے لیے احرام باندھااُس کے لیے عمرہ اَداکرنا صحیح نہیں،حتیٰ کہ وہ شخص مناسکِ حج سے مکمل طورپرفارغ ہوجائے۔شوافع کے نزدیک حج اَداکرنے والے شخص کے لیے عمرہ کرنامکروہ ہے۔اس کے علاوہ یوم عرفہ،عیدالاضحیٰ،ایام تشریق اورسال کے ہرلمحہ میں عمرہ شریف اَداکرناجائز ہے۔اوریہی مؤقف امام احمد بن حنبل،امام مالک بن انس اورجمہورعلماءکرام رحمہم اللہ کا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔کہ عمرہ اَداکرنا پانچ۵ دنوں میں مکروہ ہےاوروہ پانچ۵ دن یہ ہیں:

(۱)۔۔۔یوم عرفہ۔(۲)۔۔۔یوم نحر(قربانی کرنے کادن)۔(۳،۴،۵)۔۔۔ایام تشریق کے تین دن۔

۔۔۔جب کہ امام ابویوسف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چار۴ دنوں میں عمرہ اَداکرنامکروہ ہے۔ایک عرفہ کادن اورتین۳ ایام تشریق کے دن۔

عمرہ کے واجب ہونے کے متعلق علماءکرام کے درمیان علمی اختلاف پایاجاتا ہے۔امام شافعی علیہ الرحمہ اور

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ ادا کرنا واجب ہے، جب کہ امام مالک، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابوثور رحمہم اللہ کے نزدیک عمرہ شریف ادا کرنا سنت ہے، واجب نہیں۔ اور یہی مؤقف امام نخعی علیہ الرحمہ کا ہے۔

۔۔۔وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ۔۔۔ کی تشریح یہ ہے کہ مشہور ترین صحیح بات یہ ہے کہ 'حج مبرور' سے مراد ایسا حج جس کی ادائیگی میں کسی قسم کا کوئی گناہ شامل نہ ہو۔ لفظِ مبرور برٌّ سے ماخوذ ہے، جس سے مراد طاعت و بندگی ہے۔ کہا گیا ہے کہ 'حج مبرور' سے مراد 'حج مقبول' ہے، اور حج قبول ہونے کی علامت یہ ہے کہ حج کرنے والا شخص خیر و بھلائی کے ساتھ لوٹے، گناہوں کی طرف دوبارہ نہ جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ 'حج مبرور' سے مراد ایسا حج ہے جس میں کوئی ریا کاری نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا کہ 'حج مبرور' سے مراد یہ ہے کہ اُس کے بعد کوئی معصیت نہ کرے۔

۔۔۔(لَیْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّة) سے مراد ہے کہ ایسے حج کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں، اور حج مبرور کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت میں داخل فرمائے گا۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۹، ص:۱۱۷۔۱۱۸)

۔۔۔**شیخ ابن بطال** علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔ اَلْعُمْرَةُ اِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ۔۔۔ عمرہ سے عمرہ کبیرہ گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔ 'حج مبرور' سے مراد ایسا حج ہے جس میں کوئی ریا کاری، جماع اور فسق نہ ہو، اور 'حج مبرور' مال حلال سے ادا کیا جائے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج:۴، ص:۴۳۵)

۔۔۔**شیخ عماد الدین** حفظہ اللہ کہتے ہیں۔۔۔ کہ حج و عمرہ کی جگہ مکہ مکرمہ ہے، اور یہ جگہ تمام زمین میں سے مقدس ترین جگہ ہے۔ کعبہ شریف کے اردگرد طواف کیا جاتا ہے اور صفا مروہ کی سعی کی جاتی ہے، اس سعی کا ثواب شمار و اعداد سے باہر ہے۔ اسی طرح حج کرنے والے لوگ مقامِ عرفات میں وقوف کرتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةِ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ (صحیح مسلم:۱۳۴۸)

عرفہ کے دن کے علاوہ کوئی اور دن ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنم سے کسی بندے کو آزاد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات آسمان دُنیا پر تجلی فرماتی ہے، پھر وہ فرشتوں کی محفل میں فخر و مباہات فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ ان لوگوں نے کس چیز کا ارادہ کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (صحیح البخاری:۱۵۲۱، صحیح مسلم:۱۳۵۰)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا، دوران حج اُس نے جماع نہ کیا اور فسق و فجور نہ کیا، تو وہ حج ادا کرنے کے بعد اس طرح واپس لوٹا جس طرح اُس کو اُس کی والدہ نے معصوم پیدا کیا تھا

'رفث' سے مراد 'جماع' اور 'فسق' سے مراد 'معصیت' ہے۔ گویا کہ حج ادا کرنے والے شخص کا کوئی گناہ نہیں کیونکہ حج ادا کرنے کے بعد اُس کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے، تو وہ شخص گناہوں سے اس طرح پاک وصاف اور ستھرا ہو گیا جس طرح اُس کو اُس کی ماں نے جنا تھا اور اُس وقت اُس کا کوئی گناہ نہیں تھا۔

﴿حدیث نبوی ﷺ ---۱۵﴾

﴿والدین کی فرمانبرداری کرنا﴾

---عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ:سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ أَیُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ ؟ قَال ---الصَّلَاةُ عَلَی مِیقَاتِهَا .قُلْتُ :ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ ---ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ.قُلْتُ:ثُمَّ أَیٌّ ؟ قَالَ ---الْجِهَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ،فَسَکَتُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِی (صحیح البخاری:۵۲۷،صحیح مسلم:۸۵)

---حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ترین عمل ہے؟ فرمایا---

مقرر کردہ اوقات میں نماز قائم کرنا۔ میں نے عرض کیا، پھر کون سا عمل افضل ترین ہے؟ فرمایا--- پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا، پھر کونسا عمل افضل ترین عمل ہے؟ فرمایا---اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سوال کرنے سے خاموش ہو گیا، اور اگر میں سوال کرتا تو آپ ﷺ اُس کا جواب ارشاد فرماتے۔

---تشریح---والدین سے مراد ماں باپ دونوں ہیں، ان دونوں کے ساتھ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طاعت کرنے کے بعد افضل ترین نیکی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً ﴿۱۷:۲۳﴾

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کی طاعت اور اُن کے ساتھ احسان کرنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی بیان فرمایا کہ بڑھاپے کی صورت میں اُن کو مدد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اولاد پر واجب ہے کہ وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور والدین کو نہ جھڑکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِندَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُل لَّھُمَا اُفٍّ
وَلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُل لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ﴿۱۷:۲۳﴾

اور اگر تیرے سامنے اُن میں سے ایک---یا---دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں،
تو اُن سے 'ہوں' نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور اُن کی تعظیم کی بات کہنا

اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ پر رحم کرے، اُن کے لیے عاجزی ظاہر کرے اور اُن کے سامنے تکبر نہ کرے، اور یہ یاد کرے کہ انہوں نے اسے کس طرح بچپن میں پالا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً ﴿۱۷: ۲۴،۲۳﴾

اور اُن کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دِلی سے، اور عرض کر اَے میرے رب!

تُو اِن دونوں پر رحم کر، جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً ﴿۴: ۳۶﴾

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً ﴿۲۹: ۸﴾ اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَوَضَعَتْهُ

كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلاثُونَ شَهْراً ﴿۴۶: ۱۵﴾

اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرو، اُس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے، اور جنا اس کو تکلیف سے، اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ۳۰ مہینہ میں ہے

اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے، خاص طور پر اپنی ماں کے ساتھ احسان کرے۔ ماں کا اولاد پر زیادہ حق ہے، کیونکہ ماں بچے کو اپنے پیٹ میں دوران حمل رکھتی ہے، بچہ کو پیدا کرتی ہے، دودھ پلاتی ہے اور اُس کی تربیت کرتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ ماں باپ میں زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا۔۔۔تمہاری ماں کا زیادہ حق ہے۔ اُس شخص نے دوبارہ عرض کی، پھر کون زیادہ حق دار ہے؟ فرمایا۔۔۔تمہاری ماں کا زیادہ حق ہے۔ اُس شخص نے تیسری بار عرض کیا، پھر کون زیادہ حق دار ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں کا زیادہ حق ہے۔ اُس شخص نے چوتھی بار عرض کی، پھر کون زیادہ حق دار ہے؟ فرمایا۔۔۔پھر تمہارا باپ زیادہ حق دار ہے [1]۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۱، صحیح مسلم: ۲۵۴۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کی روایت میں گزرا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا مرتبہ جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ یہ اس بات پر دلالت ہے کہ والدین کی خدمت کا درجہ زیادہ اہم ہے۔ ان دونوں کے ساتھ احسان کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اِس کے متعلق زیادہ نصوص وارد ہیں۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کرنا ۔۔۔یا۔۔۔ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی بُرائی کرنا کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے، اور ان کے ساتھ بُرائی کرنے والے جب تک سچی توبہ نہیں کرتے دوزخی ہوجاتے ہیں۔ سچی توبہ کرنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔

---

(۱)۔۔۔اس حدیث نبوی سے ماں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ باپ کو کوئی فضیلت حاصل نہیں، باپ پر دست درازی اور ظلم کیا جائے، بڑھاپے میں اُس کو گھر سے باہر نکال دیا جائے جبکہ مشہور حدیث ہے کہ والد کی رضا میں اللہ کی رضا ہے اور والد کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ آج کل کے نعت خوان حضرات بھی والدہ کی شان میں قصیدے پڑھتے رہتے ہیں اور ستم ظریفی یہ کہ والد بیچارے کی شان میں ایک جملہ بھی نہیں بولتے۔ (مترجم)

﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۱۶﴾
﴿اہل بیتِ رسول ﷺ کی محبت﴾

۔۔۔عن زید بن أرقم رضی الله عنه قالَ:
قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعىٰ خُمًّا، بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنىٰ عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ أَلا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ. أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدىٰ وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ، فَحَثَّ عَلىٰ كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: (وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي.
فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ ؟ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ. قَالَ: وَمَنْ هُمْ ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ ؟ قَالَ: نَعَمْ
(صحیح مسلم: ۲۴۰۸)

۔۔۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
کہ ایک دن ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام خُم (پانی والی جگہ) پر خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، وعظ کیا اور نصیحت کی، پھر فرمایا۔۔۔حمد وصلوٰۃ کے بعد، اَے لوگو! توجہ کرو، میں ایک بشر ہوں، عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے گا تو مجھے اُس کی عرض پوری کرنی ہوگی، اور میں تم میں دو۲ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اُن دونوں میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، تم کو چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب 'قرآن کریم' کو لازم پکڑو۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی اہمیت بیان فرمائی، اور اُس کی طرف توجہ دینے کا ارشاد فرمایا پھر فرمایا۔۔۔میری اہل بیت کا خیال کرنا، میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دیتا ہوں کہ تم میری اہل بیت کا خیال رکھنا، (تین۳ دفعہ یہی جملہ ارشاد فرمایا)۔
حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اَے زید! رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے مراد کون ہے؟ کیا آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟۔۔۔فرمایا: آپ

ﷺ کی ازواج مطہرات، اہل بیت میں سے ہیں، لیکن اہل بیت وہ خاندان ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا، وہ کون کون سے خاندان ہیں؟ فرمایا۔۔۔ وہ خاندان آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس کے خاندان ہیں۔ حصین نے پوچھا، ان تمام خاندان والوں کے لیے کیا صدقہ لینا حرام ہے؟ فرمایا۔۔۔ جی ہاں! ان سب کے لیے صدقہ لینا حرام ہے۔ (صحیح مسلم:۲۴۰۸)

۔۔۔ تشریح۔۔۔ اہل بیت کی محبت ایسی عبادت میں سے ہے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت سے محبت کرنا 'واجب' ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ﴿۴۲:۲۳﴾

تم فرماؤ، میں اِس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔ کہ اس کا مطلب ہے کہ تم میرے قرابت داروں کا خیال کر کے میرے ساتھ محبت کرو۔ یعنی میرے رشتہ داروں کے ساتھ تم احسان کرو اور ان کی معاونت بھی کرو۔ حضور ﷺ نے مختلف احادیثِ نبویہ میں اہل بیت کے ساتھ مہربانی کرنے کی نصیحت فرمائی، جیسا کہ مذکورہ حدیثِ نبوی میں گزرا۔ جس حدیث مبارک میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے اور اُن کی عزت وتکریم کرنے پر اُبھارا ہے، اور اس محبت وتکریم کرنے کے متعلق ایک جملے کو تکرار کے ساتھ بیان کرنے پر زور دیا، فرمایا:

أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي

میں تم کو اپنے اہل بیت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم یاد دلاتا ہوں

۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان کتاب میں اہل بیت رسول کے بلند مقام وشان کو بیان فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴿۳۳:۳۳﴾

اللہ تو یہی چاہتا ہے اَے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

جیسا کہ حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سوال کیا کہ اَے اللہ کے رسول! اَے اہل بیت! ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو اِس بات کی تعلیم دی ہے کہ ہم آپ کو سلام کیسے کریں، لیکن صلوٰۃ بھیجنے کے متعلق فرمایئے؟ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلوٰۃ بھیجنے کے لیے تم یہ کلمات کہو:

قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (صحیح البخاری:۳۳۷۰، صحیح مسلم:۴۰۶)

'تشہد' کی حالت میں صلوٰۃ بھیجنا مستحب عمل ہے۔ اہل بیت کی عزت وتکریم کرنے کے متعلق بہت زیادہ

احادیثِ نبویہ وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک روایت جس کو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا، یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ

إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ (صحیح البخاری:۳۷۱۲،صحیح مسلم:۱۷۵۹)

اُس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کی قرابت،

مجھے اپنی قرابت و رشتہ داری سے زیادہ پسندیدہ ہے

۔۔۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا:

ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی أَھْلِ بَیْتِہٖ (صحیح البخاری:۳۷۱۳)

اِس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بیتِ رسول کو اذیت نہ دو، حضور اکرم ﷺ کی خاطر اُن کی حفاظت کرو اور اُن کے ساتھ بُرائی نہ کرو۔

اِس روایت سے معلوم ہوا، ہمارے اوپر اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا حق ہے، ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اُن سے محبت، مودّت، عزت و تکریم اور حوصلہ افزائی والے معاملہ کے ساتھ پیش آئیں۔

جیسا کہ امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ۔۔۔الصَّوَاعِقُ الْمُحَرِّقَۃُ عَلٰی اَھْلِ الرَّفْضِ وَالضَّلَالِ وَالزَّنْدَقَۃِ ۔۔۔میں بہت زیادہ آیاتِ مبارکہ اور ایسی احادیثِ نبویہ تحریر کیں جو ان کی محبت، فضیلت اور عزت و احترام پر دلالت کرتی ہیں۔ (الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمي، ج:۲،ص:۵۱۴)

نوٹ:۔۔۔عصر حاضر میں بعض لوگ دُنیاوی جاہ وجلال کی خاطر اپنا خاندان، اہل بیت رسول ﷺ سے منسوب کرنے کی جسارت کرتے ہیں حالانکہ اہل بیت رسول ﷺ جیسے مقدس گھرانے سے اُن کے اخلاق و کردار کا کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن اُن کی زندگی کے لمحات بذاتِ خود کو حسنی حسینی سید شامل کرنے میں گزر جاتے ہیں جبکہ ایسا کرنے والے اشخاص اہل بیت رسول ﷺ کو اذیت پہنچا کر درحقیقت رسول کریم ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں اور جنت کی خوشبو سے محروم ہوجاتے ہیں۔ (مترجم)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۱۷﴾
﴿صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم کی محبت﴾

۔۔۔عَنْ أَبِیْ سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ أَنَّ أَحَدَکُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَھَبًا مَا أَدْرَکَ مُدَّ أَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (صحیح البخاری: ۳۶۷۳، صحیح مسلم: ۲۵۴۱)

۔۔۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اُس ذات کی قسم! جس ذات کے قبضہءقدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ اُن کے مُد خرچ کرنے کے برابر بھی اجر وثواب حاصل نہیں کرسکتا، بلکہ نصف مُد کے پیمانہ کی مقدار کے برابر بھی اجر وثواب حاصل نہیں کرسکتا۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔۔۔اور تُو جان لے کہ صحابہؓ کرام کو گالی دینا حرام ہے، ایسا کرنا حرام کردہ فحاشی والے امور میں سے ہے، خواہ بعض صحابہؓ کرام جنگی آزمائشوں میں شامل ہوئے تھے، کیونکہ ایسے صحابہؓ کرام، ایسی جنگوں میں مجتہدین کے درجہ پر فائز تھے۔ قاضی عیاض المالکی علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔صحابہءکرام میں سے کسی ایک صحابی کو گالی گلوچ کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ہمارا اور جمہور فقہائے کرام کا یہ مؤقف ہے کہ ایسے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی لیکن اُس کو قتل نہیں کیا جائے گا، جب کہ بعض فقہائے کرام نے کہا کہ صحابہءکرام کو گالی دینے والے شخص کو قتل کیا جائے گا۔

حدیثِ نبویہ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو اِس کو کسی صحابیِ رسول کے مُد خرچ کرنے کے برابر ثواب حاصل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی صحابیِ رسول کے نصف مُد خرچ کرنے کے برابر اجر وثواب حاصل ہوسکتا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔۔۔کہ اِس کی تائید ہمارا وہ قول کرتا ہے جس کو ہم نے 'باب فضائل صحابہ' میں ذکر کیا تھا، جہاں پر ہم نے بعض صحابہءکرام کو بعض صحابہءکرام پر فضیلت حاصل ہونے کی بھی تفصیل بیان کی تھی۔

صحابہءکرام کی فضیلت اُن کے اسلام کی خاطر نفقات کی وجہ سے بھی ہے جبکہ آغازِ اسلام میں مسلمانوں کی حالت تنگ تھی اور اخراجات کی اُن کو ضرورت تھی کیونکہ صحابہءکرام نے راہِ اسلام میں جو قربانیاں پیش کیں وہ اسلام کی نصرت و حمایت میں تھیں، جب کہ دیگر صحابہ نے یہ قربانیاں جود وعطاء کی صورت میں پیش نہیں کیں۔ اِسی طرح صحابہءکرام کا راہِ اسلام میں جہاد کرنا اور جہاد کے متعلق کوشش وسعی کرنا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولٰئِکَ أَعْظَمُ دَرَجَةً ﴿الحدید: ۱۰﴾

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا

یہ فضیلت اِس وجہ سے ہے کہ اُن کے دِلوں میں شفقت، مودّت، خشیتِ الٰہی، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، شامل تھا۔ صحابہء کرام ﷺ کو یہ مقام ومرتبہ صحبتِ رسول ﷺ حاصل ہونے کی وجہ سے حاصل تھا، اگر چہ صحبتِ رسول ایک لمحہ کے لیے کیوں نہ ہو۔ اور اِسی وجہ سے اُن کے مقام و رتبہ کے برابر اور کوئی عمل ونیکی نہیں! صحابی رسول کا مقام ومرتبہ کسی نیکی کرنے کی وجہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ صحابہء کرام کے فضائل کسی قیاسی چیز کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتے، یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ قمطراز ہیں۔۔۔ کہ یہ فضیلت اُس صحابی کے ساتھ مختص ہے جس کو طویل عرصہ تک صحبتِ رسول کا شرف حاصل ہوا، رسول اکرم ﷺ کی معیت میں قتال کیا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا، دینِ اسلام کی سربلندی کی خاطر ہجرت کی، دینِ اسلام کی مدد کی۔ البتہ وہ صحابی جس نے صرف اور صرف ایک مرتبہ رسول اسلام کو دیکھا، مثلاً: دیہاتی لوگوں کے وفد کی طرح دیکھا۔۔یا۔۔ فتح مکہ کے بعد آخر میں صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا، ایسا صحابی طویل صحبت حاصل کرنے والے صحابی کے مقام ومرتبہ کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اِسی طرح وہ صحابی جس کو دینِ اسلام قبول کرنے کا اعزاز تو حاصل ہوا مگر اسلام کی خاطر ہجرت کرنے کا شرف حاصل نہ ہوسکا اور دینِ اسلام اور مسلمانوں کی منفعت کی خاطر اُس صحابی کا کوئی کارنامہ نہیں، تو وہ صحابی عرصہء دراز تک صحبتِ رسول حاصل کرنے والے صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ یہی صحیح قول ہے اور اکثر محدثین کا اِس پر اجماع ہے۔ واللہ اعلم (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۱۶، ص:۹۳-۹۴)

شیخ عمادالدین بن احمد حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہء کرام متقدمین ومتاخرین میں سے افضل ترین ہستیاں ہیں، ماسوائے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَ اللّٰهَ اخْتَارَ أَصْحَابِیْ عَلٰی الْعَالَمِیْنَ سِوٰی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ (مسند البزار:۲۷۶۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں والوں پر میرے صحابہء کرام کو منتخب فرمایا ہے،

ماسوائے انبیاء ورسل کے، صحابہء کرام کو چنا ہے

۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

اللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ أَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً بَعْدِیْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ، وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰهَ، وَمَنْ آذَی اللّٰهَ فَیُوْشِکُ أَنْ یَأْخُذَهٗ (سنن ترمذی:۳۸۶۲)

میرے صحابہء کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ میرے دُنیا سے جانے کے بعد میرے صحابہ کے ساتھ بُرا سلوک نہ کرنا۔ جس نے اُن سے محبت کی اُس نے میری محبت میں اُن سے محبت کی، اور جس شخص نے اُن سے بغض کیا تو اُس نے میرے

بغض کی وجہ سے اُن سے بغض کیا۔ جس شخص نے اُن کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس شخص نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو اپنی گرفت میں پکڑ لے۔

صحابہء کرام علیہم الرضوان فضیلت میں مختلف ہیں۔ وہ صحابی جس نے حضور اکرم ﷺ کو لازم پکڑا، اُن کے ساتھ مل کر کافروں کے خلاف قتال کیا، حضور اکرم ﷺ کے پرچم اسلام تلے شہید ہوا، ایسا صحابی رسول، دوسرے صحابی رسول سے افضل ہے جس کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔

۔۔۔فقہائے شوافع کے اکابر شیخ ابو منصور بغدادی علیہ الرحمہ **لکھتے ہیں:**

اہل سنت و جماعت کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ افضل صحابہء کرام ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں، اُن کے بعد وہ دس [۱۰] صحابہء کرام افضل ہیں (عشرہ مبشرہ) جن کو جنت کی بشارت دی گئی، پھر اہل بدر (بدری)، اہل احد پھر بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہء کرام افضل ہیں، ان سب کے بعد دیگر صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ آتا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ان کی فضیلت پر دلائل نہ ہوتے تو ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کا حکم بھی نہ لگایا جاتا۔ (شرح جوہرۃ التوحید للباجوری، ص:۳۲۹)

سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو کچھ مشاجرات ہوئے اُن کی تاویل کرنا واجب ہے۔

اِسی موضوع کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین [۳] طرح کی آراء ہیں:

(۱)۔۔۔بعض صحابہء کرام نے اجتہاد کیا اور اُن کے لیے واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے اسی وجہ سے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا۔

(۲)۔۔۔بعض صحابہء کرام علیہم الرضوان نے اجتہاد کیا اور ان کے لیے واضح ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں، اِسی وجہ سے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا۔

(۳)۔۔۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تیسرا گروہ اُس قتال کے بارے میں گفتگو کرنے سے اجتناب کرتا ہے اور اُن کے درمیان قتال واقع ہونے کی نفی کرتا ہے۔ علمائے کرام اِس کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو اجتہاد کرنے میں حق پر پہنچا اُس کے لیے دو [۲] اجر ہیں اور جو حق پر نہ پہنچ سکا، اُس کے لیے ایک اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے کی گواہی دی ہے، ہم کو چاہیے کہ ہم اُن کے بارے میں 'حسن ظن' رکھیں، اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہوا وہ اُن کی اجتہادی کاوش تھی۔ (انظر المرجع السابق، ص:۳۳۴)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

حدیث نبوی ﷺ ---۱۸
اولیاءاللہ اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی محبت

---عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنه قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ اللّٰهَ قَالَ:
مَنْ عَادَیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّی أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهِ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَکْرَهُ مَسَاءَ تَهُ (صحیح البخاری:۶۵۰۲)

---حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی، میں اُس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ میرے قرب کو اُس طرح حاصل نہیں کرسکتا جس طرح میرا قرب وہ شخص حاصل کرتا ہے جو فرائض کی پابندی کرتا ہے جو فرائض میں نے اُس پر لازم قرار دیئے، تب وہ بندہ میرا محبوب و پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے۔ اور میرا بندہ نوافل کی اَدائیگی کرتے کرتے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اُس بندے سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ پس جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو تب میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر میرا بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اُسے عطا کرتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اُس بندے کو ضرور پناہ عطا کرتا ہوں۔ اور میں جس کام کے کرنے کا ارادہ کروں تو اُس کام کے کرنے میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد ایک ایسے مؤمن کی روح قبض کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے جو مؤمن موت کو ناپسند کرتا ہے، حالانکہ میں اپنے مؤمن بندے کو تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں۔

---تشریح---اللہ ﷻ فرماتا ہے---(من عادی لی ولیاً)---جس شخص نے میرے کسی دوست سے عداوت کی، مثلاً: میرے کسی دوست سے حسد کیا، دشمنی کی---یا---اُس کو ایذا دی---یا---اُس کی بے ادبی کی---یا---اُس ولی کو گالی گلوچ کیا---یا---اِسی طرح کی اذیت دی جس اذیت دینے کا شرعی طور پر کوئی جواز نہیں، تو میں اس شخص کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔(فقد آذنته بالحرب)یعنی میں اُس شخص کو متنبہ کر رہا ہوں کہ میں ایسے شخص کے ساتھ تمام جنگی وسائل کے

ساتھ جنگ کروں گا اور ایسے شخص کی بے ادبی و گستاخی کا انتقام لوں گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وَلی کے ساتھ ایسی عداوت کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت کرنا ہے کیونکہ اُس شخص نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کو ناپسند کیا ہے۔ اور جس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا، اُس سے دشمنی و عداوت کرنے والا شخص کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔ اور یہ ایک ایسی دھمکی ہے جو اُس شخص کو ہلاکت کی طرف لازمی طور پر لے کر جائے گی کیونکہ اعلانِ جنگ کرنے کی دھمکی دینے والی ذات، اللہ عزوجل کی ذات ہے اور جس کو وارننگ دی گئی وہ ایک حقیر مخلوق ہے۔ یہ بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اِس فرمان سے واضح ہو رہی ہے:

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۰:۶۲﴾

سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے، نہ کچھ غم

یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اُن کو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اِسی طرح وہ غمگین نہیں ہوتے اور نہ ہی دُنیا، برزخ اور قیامت کے دن غمگین ہوں گے۔ مذکورہ نص قرآنی مطلق طور پر اپنے معنیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ امور کی حفاظت ورعایت کی تو پھر کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسے فرمانبردار بندے کی نافرمانی کرے، اور اگر کوئی ایسے محبوبِ الٰہی بندے کی نافرمانی کرے گا تو وہ سخت عذاب وعقاب کا حق دار ٹھہرے گا۔

جب ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندے کے ساتھ عداوت کرنے کے متعلق کتنی سخت وعید و وارننگ ہے تو ہم کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ و محبوب بندے کے ساتھ دوستی و ادب کرنے کا کتنا عظیم اجر وثواب ہوگا۔ ایسے شخص کو تائیدِ الٰہی، قربِ الٰہی، ہدایتِ الٰہی اور توفیقِ الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

فرائض کا اَدا کرنا، مثلاً: فرض کردہ پنجگانہ نماز کی اَدائیگی، ماہِ رمضان کریم کے روزے رکھنا، اور اِن کے علاوہ دیگر فرض کردہ عبادات، والدین کے ساتھ نیکی کرنا، ماں وباپ دونوں کی اطاعت کرنا، اور اِسی طرح کے اُمور ایسے خاص امور ہیں جن کا تعلق واجبات کے ساتھ ہے اور ایسے امور نوافل پر مقدم ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ،

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ

۔۔۔یعنی میرا بندہ، میری طاعت و نفلی عبادت کرنے کی وجہ سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔۔۔ جس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرنا، ذکرِ الٰہی کرنا، زہد، ورع، توکل ورضا وغیرہ، اور اِن کے علاوہ ایسے اعمال کرنا جو عارفین کے احوال کی طرح ہوں۔ یہ تمام ایسے اعمال ہیں جن کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے۔۔۔ حَتّٰی اَحِبَّهٗ ۔۔۔ حتی کہ میں ایسے بندے سے محبت فرماتا ہوں۔۔۔ کیونکہ ایسے شخص کو افعالِ خیر اور طاعت و بندگی کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی بارگاہ سے اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور اُس کے ساتھ احسان والے معاملے سے پیش آتا ہے۔ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ بلند مقامات دینے کے لیے جملہ اولیاء میں سے منتخب فرما دیتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی محبت ہے جس محبت کی ابتداء بھی نہیں اور انتہا بھی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت مخلوق کی محبت کی

طرح بھی نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مثل کوئی شئے نہیں۔ وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کو بیان کرنا چاہیں تو ہم اُس کی محبت کی غایت ومطلوب کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق کے لیے کیسے مناسب ہے کہ وہ خالق کے علم کا احاطہ کر سکے۔۔یا۔۔خالق کائنات کی صفات میں سے کسی ایک صفت کا احاطہ کر سکے۔(دلیل الفالحین، ج:۱،ص: ۳۰۴۔۳۰۵، مع التصرف والزیادۃ)

۔۔۔حدیثِ قدسی کے مذکورہ الفاظ۔۔۔ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔۔۔

اِس حدیثِ قدسی میں جو بھی وارد ہوا، وہ تمام اللہ تعالیٰ کی مدد، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی تائید واعانت حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے تمام امور اپنے سپرد کر لیتا ہے تاکہ تمام ظاہری وباطنی معاملات کی وجہ سے اُس بندے کی گناہوں کے ارتکاب کرنے سے حفاظت کر دی جائے، جبکہ یہ بات 'فرقہ ءحلویہ' اور 'فرقہ ءاتحادیہ' کے نظریات کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ 'فرقہ ءحلویہ' اور 'فرقہ ءاتحادیہ' کے عقائد ونظریات سے بے نیاز ہے، اُن کے عقائد کفر وضلال پر مبنی ہیں۔ بعض لوگوں نے اِس حدیثِ قدسی سے فاسد اعتقاد سمجھے، اُن کی مراد صحیح نہیں ہے۔ اِس میں اِس بات کو غلط سمجھنے والوں کا قصور ہے، حالانکہ اولیاء اللہ اُن تمام مفاسد سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔ محبتِ الٰہی کے کمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن کو طہارت عطا فرماتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ اِس حدیثِ قدسی کے مذکورہ جملہ۔۔۔ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ۔۔۔ میں جو وارد ہوا وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روایت حاصل ہونے کی علامت ہے۔ اِس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اُس وقت تک نہیں سنتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سننے کی اجازت نہیں ہوتی، وہ اُس وقت تک نہیں دیکھتا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھنے کی اجازت نہیں ہوتی، اور وہ اُس وقت تک نہیں چلتا جب تک اُس کے پاؤں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اور حدیثِ مذکورہ کا یہ جملہ۔۔۔ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ ۔۔۔ کے معنی کے متعلق یوں کہا گیا کہ جب ایک بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے تو سوال کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُس کو عطا فرما دیتا ہے، خوف وڈر دینے والے بندہ سے پناہ طلب کرنے سے پہلے پہلے وہ اپنے محبوب بندہ کو پناہ عطا فرما دیتا ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس سے سائلین جب سوال کرتے ہیں تو وہ قربِ الٰہی حاصل کرتے ہیں، پناہ طلب کرنے والا بھی پناہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔

۔۔۔'شرح المقاصد' میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ ولی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

> ولی وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات کا عارف ہو، طاعتِ الٰہی پر استقامت کرنے والا ہو، گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، شہوتِ نفسانی اور لذّاتِ دُنیا سے مکمل اعراض کرنے والا ہو (شرح المقاصد، ج:۳، ص:۳۰۳)۔

۔۔۔شیخ احمد عز الدین البیانوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

ولایت اللہ تعالیٰ کے قرب کے مراتب میں سے ایک خاص مرتبہ ہے۔ ولایت 'کسبی' بھی ہوتی ہے اور 'وہبی' بھی، جس طرح اللہ تعالیٰ کی جملہ عطاء وانعامات 'حسی' بھی ہوتے ہیں اور 'معنوی' بھی ہوتے ہیں، جبکہ نبوت صرف اور صرف 'وہبی' ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ولی اُس وقت مقام ولایت حاصل کرتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق، تمام ایمانی شعبوں کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے مکمل کرنا واجب سمجھتا ہے، خوشی وغمی میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حفاظت کرتا ہے، ولی بننے کی شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہو، جیسا کہ نبی کے لیے شرط ہے کہ وہ 'معصوم' ہو۔ (الایمان بالرسل للاستاذ البیانونی، ص: ۱۳۳،۱۳۴)

۔۔۔نوٹ: ایسا بندہ جو شریعتِ مطہرہ کا پابند نہیں اور وہ یہ گمان کرتا ہو کہ وہ 'ولایت' کے مقام پر فائز ہے، ایسا بندہ نفس و شیطان کے دھوکہ اور غرور میں ہے۔ ولی کامل شیخ سہل بن عبد اللہ تستری علیہ الرحمہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا صوفیانہ طریقہ کتاب وسنت پر مبنی ہے۔



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۱۹﴾

﴿دِل کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنِ النُّعمَان بنُ بَشِير رضی الله عنه عَنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ (متفق عليه) (صحیح البخاری:۵۲،صحیح مسلم:۱۵۹۹)

۔۔۔حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

کہ خبردار! بے شک جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو تب سارا جسم صحیح ہوتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تب سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار! اور وہ گوشت کا ٹکڑا دِل ہے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔ 'سُبُلَ السَّلام' کے مصنف رقمطراز ہیں۔۔۔مُضغَةٌ۔۔۔سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اِسی وجہ سے اِس کو 'مُضغہ' کہتے ہیں، کیونکہ یہ گوشت کا ٹکڑا اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ منہ میں چبایا جا سکتا ہے۔ باوجود چھوٹا سا ٹکڑا ہونے کے اِس گوشت کے ٹکڑے پر جسم کی اصلاح و خرابی کا دارومدار ہے۔ اگر یہ گوشت کا ٹکڑا صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور اگر یہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہوتا ہے۔

جبکہ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ 'مُضغہ' سے مراد دِل نہیں ہے کیونکہ دِل تو چوپائیوں میں بھی موجود ہوتا ہے جس کو انسانی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، جبکہ قلب (دِل) سے مراد ایک 'روحانی ربانی لطیفہ' ہے، اِس 'روحانی لطیفہ' کا تعلق قلبِ جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی 'روحانی لطیفہ' انسان کی حقیقت ہے، اِس کا اِدراک معرفتِ انسانی کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اِسی 'روحانی لطیفہ' کو حدیثِ نبوی میں مخاطب کیا گیا ہے اور اِسی 'روحانی لطیفہ' سے مؤاخذہ و مطالبہ کیا جاتا ہے کیونکہ اِس 'روحانی لطیفہ' کا تعلق قلبِ جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے یہ بھی ذکر کیا کہ تمام حواس و اعضاء کو اِسی 'لطیفہ قلب' کے لیے مسخر کیا گیا ہے اور تمام حواس و اعضاءِ جسمانی اِس کے سپاہی و لشکر ہیں۔

اور اِسی طرح باطنی حواس بھی معاونین و خدمت گاروں کے حکم میں شامل ہیں۔ باطنی حواس دِل میں تصرف کرتے ہیں، اُن کو دِل کی اطاعت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ اور باطنی حواس دِل کی خلاف ورزی نہیں کرتے، سرکشی نہیں کرتے۔ جب باطنی حواس آنکھ کو حکم دیتے ہیں تو آنکھ کھل جاتی ہے۔ جب آدمی کو حرکت کرنے کا حکم دیتے ہیں تو وہ حرکت کرتا ہے۔ یہی باطنی حواس زبان کو گفتگو کرنے کا حکم جاری کرتے ہیں تو زبان گفتگو کرتی ہے اور گفتگو کرنے کا پختہ ارادہ کرتی ہے۔ اِسی طرح تمام جسمانی اعضاء اِن باطنی حواس کے تابع ہیں۔

دِل کے لیے حواس و جسمانی اعضاء کا مسخر ہونا فرشتوں کے مشابہ ہے کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے لیے مسخر ہیں۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے لیے ہی تخلیق کیا گیا۔فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے۔لیکن جسمانی اعضاء اور فرشتے ایک چیز میں مختلف ہیں،اور وہ چیز یہ ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی طاعت و بندگی کے بارے میں علم رکھتے ہیں جبکہ اعضاء میں سے آنکھوں کی پلکیں دِل کے حکم کے مطابق کھل جاتی ہیں اور بند ہو جاتی ہیں کیونکہ پلکیں دِل کے لیے مسخر کی گئی ہیں۔معلوم ہوا کہ دِل کو اپنے لشکر یعنی جسمانی اعضاء کی حاجت ہے، بالکل اِسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرتے ہوئے زادِراہ اور سواری کی حاجت ہوتی ہے، اُس کی ملاقات کی خاطر فاصلے طے کیے جاتے ہیں۔لہٰذا واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے قلوب کو تخلیق کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶:۵۱﴾

اور نہیں پیدا کیا میں نے جن کو اور انسانوں کو مگر یہ کہ میری عبادت کریں

بے شک اُس کی سواری 'بدن انسانی' ہے اور زادِراہ 'علم' ہے۔بے شک اسباب ہی ایسی چیز ہیں جو، زادِراہ تک رسائی کرتے ہیں۔یقیناً نیک اعمال ہی زادِراہ ہوتے ہیں جن کا حصول پھر ممکن ہو جاتا ہے۔(سبل السلام، ج:۲،ص:۶۴۳،۶۴۴)

جبکہ دِل ایمان کے استقرار کی جگہ ہے، دِل معرفتِ ربانی اور الہاماتِ باری تعالیٰ کی جگہ ہے، دِل ہی محبت اور بغض کرنے کا مرکز ہے، غضب و کراہت کا سرچشمہ ہے، دِل ہی اخلاص، ورع اور تقویٰ کا مقام ہے۔ان کے علاوہ ایسے اُمور و معاملات بھی ہیں جن کا تذکرہ کرنا مشکل ہے۔اِسی لیے دِل کو بنانے والے خالق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا
لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۴۶:۲۲﴾

تو کیا زمین میں نہ چلے کہ اُن کے دِل ہوں، جن سے سمجھیں۔۔یا۔۔کان ہوں جن سے سنیں،
تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دِل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴿۱۴:۴۹﴾

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔اے حبیب ﷺ! آپ فرما دیں کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو
کہ ہم اسلام لائے، لیکن ابھی تک ایمان تمہارے دِلوں میں داخل نہیں ہوا

۔۔۔سورۃ التغابن میں ارشاد فرمایا:

وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱:۶۴﴾

اور جو اللہ پر ایمان لائے، اللہ اس کے دِل کو ہدایت فرما دے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

۔۔۔ہم ان تمام معانی و مفاہیم کو حضور اکرم ﷺ کے اِس فرمان میں واضح طور پر دیکھتے ہیں:

أَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ

وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ

خبردار! اور بے شک جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے، اور جب وہ فاسد ہو تو تمام جسم فاسد ہوتا ہے۔ خبردار! وہ دِل ہے۔

۔۔۔امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

تو جان لے کہ یقیناً دِل کی مثال ایک قلعے کی طرح ہے، جبکہ شیطان ایک دشمن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ قلعے میں داخل ہو اور دِل کا مالک بن جائے اور اس پر حکمرانی چلائے۔ لیکن یہ واضح ہے کہ دشمن سے قلع کو محفوظ رکھنے کے لیے قلعے کے دروازوں کی چوکیداری ضروری ہوتی ہے۔ قلعہ کے داخلی خارجی راستوں کی پہچان ہو، دروازوں کی حفاظت اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک قلعے کے دروازوں کے مقام کو نہ پہچانا جائے۔ اب سمجھیں کہ شیطان کے وسوسوں سے دِل کی حفاظت کرنا واجب ہے بلکہ شریعتِ اسلامیہ کے احکامات کے مکلّف بندے پر دِل کے قلعے کی حفاظت کرنا 'فرضِ عین' ہے۔ جبکہ شیطان کے داخل ہونے کے لیے دروازے اور راستے بندے کی صفات ہیں اور یہ صفات بہت زیادہ ہیں، جبکہ بڑے بڑے شیطانی دروازوں میں غصہ کرنے والا دروازہ اور دروازۂ شہوت قابلِ ذکر ہیں۔ (احیاء علوم الدین، ج:۳، ص:۳۲)

۔۔۔علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جائے، دِل کو اُس کی طرف متوجہ کیا جائے، اُس کی رضا کے حصول کرنے والے اسباب کی پیروی کی جائے، حرکات و سکنات میں اُس کی طرف پیش قدمی کی جائے، بندگی میں عاجزی لائی جائے۔ عبودیت میں یہ انکساری کرنا انسان کا پہلا لباس ہے تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ مذکورہ ذیل ضمانت میں داخل ہو سکے، جیسا کہ فرمایا:

إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ﴿۱۵:۴۲﴾

بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا اُن گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں

عبودیت کا یہ درجہ بندے اور شیطان کے درمیان تعلق کو منقطع کرتا ہے۔ اِس کا حصول ربُّ العالمین کے لیے عبودیت کے مقام کی تحقیق کا سبب بن جاتا ہے۔ جب انسان کا دِل عبودیت و اخلاص کا مشروب نوش کر لیتا ہے تب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بندوں میں سے ہو جاتا ہے اور پھر اُس کو آیتِ قرآنیہ میں ذکر کردہ استثناء حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۵:۴۰﴾ مگر جو اُن میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں

(اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان لابن القيم، ص:۵-۶)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۰﴾
﴿زبان کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْلِیَصْمُتْ (صحیح البخاری: ۶۰۱۸، صحیح مسلم: ۴۷)

۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہو، اُس کو چاہئے کہ وہ اچھی بات کرے۔۔۔یا۔۔پھر خاموش رہے

۔۔۔تشریح۔۔۔اس حدیثِ نبوی کی تشریح یہ ہے کہ جس شخص کا ایمان کامل ہو اُس کے لیے مناسب ہے کہ جب وہ گفتگو کرے تو اُس کا ایسا وصف ہونا چاہئے کہ وہ اچھی گفتگو کرے۔۔۔یا۔۔پھر خاموش رہے۔

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:
حدیثِ مطہرہ کا یہ جملہ۔۔۔فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْلِیَصْمُتْ ۔۔۔کا معنیٰ یہ ہے کہ مؤمن بندہ جب گفتگو کرنے کا ارادہ کرے تو جو کلام اور گفتگو، وہ کرنا چاہتا ہو وہ گفتگو ایسی بھلائی پر مشتمل ہونی چاہئے جو یقینی طور پر بھلائی اور اچھی بات ہو۔ایسی بھلائی وخیر والی بات کرنی واجب ہو۔۔یا۔۔ مستحب ہو، تب ایمان والا شخص گفتگو کرے۔اور اگر اُس کو علم ہو کہ یہ گفتگو ایسی گفتگو ہے۔جس پر اُس کو کوئی بھلائی اور اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا تو اُس کو چاہئے کہ وہ ایسی گفتگو کرنے سے رک جائے، باز رہے، خواہ اُس کے لیے ظاہر ہو کہ ایسی گفتگو۔۔یا۔۔کلام کرنا حرام ہے۔۔یا۔۔مکروہ ہے۔۔یا۔۔ایسی گفتگو کرنا اور نہ کرنا، دونوں طرح سے مباح ہے، تو ایسی صورتِ حال میں ایسے 'مباح' کلام کو نہ کرنا مباح کے زمرے میں آجاتا ہے، اور ایسے کلام سے رک جانا 'مستحب' کے زمرے میں آجاتا ہے۔مؤمن شخص کو اُس چیز کا خطرہ بھی ہو کہ ایسی گفتگو کرنا، ایسا کلام کرنا، حرام اور مکروہ عمل کی طرف لے جائے گا۔حقیقت بھی یہی ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہی ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔

مَا یَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَیْهِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ ﴿۵۰:۱۸﴾ نہیں بولتا کچھ بات مگر اُس کے نزدیک نگہبان ہیں

سلف صالح اور علمائے کرام نے اس بات میں اختلافِ رائے کا اظہار کیا ہے کہ بندہ جو کچھ بھی گفتگو کرتا ہے کہ وہ گفتگو مکمل لکھ دی جاتی ہے۔۔یا۔۔مکمل نہیں لکھی جاتی؟ اگر گفتگو مباح ہے تو اُس پر ثواب بھی نہیں، عقاب بھی نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ ثواب وعقاب والی گفتگو لکھ دی جاتی ہے۔یہی مؤقف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور ان کے علاوہ بعض علماء نے بھی اس کی موافقت کی۔اِس طرح آیتِ مطہرہ یوں مخصوص ہوجائے گی۔۔۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ یَتَرَتَّبُ عَلَیْهِ جَزَاءٌ۔۔۔بندہ ایسی گفتگو کا تلفظ کرے جس کی وجہ سے اُس کو جزاء دی جائے ۔۔۔وہ کلام اور گفتگو فرشتے لکھ لیتے ہیں، اور یقیناً شریعتِ مطہرہ نے بہت زیادہ مباح کاموں سے رک جانے کو بھی مستحب

قرار دیا ہے، تاکہ ایسی باتوں کا ارتکاب کرنے والا شخص محرمات اور مکروہات سے محفوظ رہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے اِس حدیثِ نبوی سے یہ معنیٰ مراد لیا ہے کہ ایمان والے شخص کو چاہیئے کہ وہ جب گفتگو کرنا چاہے تو پہلے سوچے، سوچنے کے بعد جب اُس کے لیے ظاہر ہو کہ ایسی گفتگو کرنے میں کوئی ضرر نہیں پھر وہ گفتگو کرے، اور اگر اِس کے لیے ظاہر ہو کہ ایسی گفتگو کرنے میں نقصان ہوگا۔۔یا۔۔نقصان وضرر کے واقع ہونے کا شک ہو، پھر اُس کو چاہیئے کہ وہ خاموش ہو جائے اور گفتگو نہ کرے۔

ہم نے استاذ ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا۔۔۔خاموشی میں سلامتی ہے۔ سکوت کے وقت سکوت اختیار کرنا مردوں کی صفت ہے، جیسا کہ گفتگو کے وقت گفتگو کرنا اچھی عمدہ خصوصیات میں سے ہے۔

۔۔۔استاذ ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے استاذ ابو علی دقاق علیہ الرحمہ سے سنا:

مَنْ سَكَتَ عَنِ الحَقِّ فَهُوَ شَيْطَانٌ أَخْرَسٌ

جو شخص حق بات کہنے سے خاموش رہا، وہ شخص گونگا شیطان ہے

مزید کہا۔۔۔سکوت اختیار کرنا اصحابِ مجاہدہ کے ایثار میں سے ہے۔ اصحابِ مجاہدہ کو جب علم ہو جائے کہ کلام کرنا کسی آفت سے خالی نہیں، تو وہ سکوت اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ خاموشی اختیار کرنا جسم انسانی کا حصہ ہے، اس کی وجہ سے مدح سرائی والی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ اِس کی وجہ سے انسان کی گفتگو میں 'حُسن نطق' پیدا ہوتا ہے۔ خاموش رہنا اور سکوت اختیار کرنا اربابِ ریاضت کا وصف ہے۔ اربابِ ریاضت کے ارکان میں سے ایک رکن سکوت اختیار کرنا اور خاموش رہنا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اُن کے اخلاق کی تہذیب ہوتی ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۲،ص:۱۹۔۲۰)

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

جس شخص نے اپنے عمل کو اپنی گفتگو اور کلام کرنے کے ساتھ موازنہ کرنا شروع کر دیا تو لایعنی اور بے فضول موضوعات کے متعلق اُس کی گفتگو اور کلام بالکل کم ہو جائے گا۔

۔۔۔جبکہ حضرت ذوالنون علیہ الرحمہ کہتے ہیں: لوگوں میں محفوظ ترین وہ شخص ہے جس شخص نے اپنی زبان کو اپنے کنٹرول میں رکھا۔

راقم کتابِ ھذا، شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلہ حفظہ اللہ کہتا ہے کہ شریعت کے پابند شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی گفتگو کرنے کے دوران اپنی زبان کی حفاظت کرے، البتہ ایسی گفتگو جس گفتگو کے کرنے میں کوئی مصلحت ہو وہ کرنی چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ کبھی کبھی گفتگو کرنی ضروری ہوتی ہے لیکن کسی حکمت عملی اور مصلحت کے پیش نظر اُس شخص نے سکوت اختیار کیا تو اُس وقت ایسا کرنا مسنون ہوگا، کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ کبھی کبھی جائز گفتگو کرنا انسان کو حرام اور مکروہ کاموں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، بلکہ اکثر اوقات عادتاً ایسا ہی ہوتا ہے، اِسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہو اُس کو چاہئے کہ بھلائی والی بات کہے۔۔یا۔خاموش رہے
۔۔۔یہ حدیثِ نبوی سابقاً گزر چکی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا، يَزِلُّ بِهَا
فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ (صحیح البخاری:۶۴۷۷)

بے شک ایک آدمی ایسا کلمہ بول جاتا ہے، وہ کلمہ بولنا اُس کو مشرق کے فاصلہ کی
طرح زیادہ دُور، جہنم کی آگ میں پھینک دیتا ہے

زبان کے خطرات بہت زیادہ ہیں اور زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں۔غیبت کرنا، چغلی کھانا، کسی پر لعنت بھیجنا، کسی کو گالی دینا، جھوٹ بولنا اور کسی دوسرے پر تہمت لگانا، جیسے گناہ سے بچاؤ صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔
۔۔۔حضرت عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! نجات کا طریقہ کیا ہے؟
فرمایا۔۔۔أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ (سنن ترمذی:۲۴۰۶)

اپنی زبان کو محفوظ رکھو، تجھ کو تمہارا گھر وسیع ہے اور اپنی خطاء پر رویا کرو

اَے میرے اللہ! ہمارے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ فرما۔ اِے کریم! ہمارے اعضاء کو اپنی طاعت و بندگی کے لیے مسخر فرما، خاص طور پر ہماری زبان کی حفاظت فرما، کیونکہ زبان سائز میں چھوٹی ہوتی ہے لیکن جُرم کرنے میں بہت بڑی ہوتی ہے۔(آمین)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۱﴾
﴿آنکھوں کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّىٰ وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ، أَوْ يُكَذِّبُهُ (صحیح البخاری:۶۲۴۳،صحیح مسلم:۲۶۵۷)

۔۔۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے صغیرہ گناہوں کے مشابہ دوسری کوئی چیز نہیں دیکھی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا میں سے اُس کا حصہ لکھ دیا ہے، وہ ہر حال میں اُس کو پائے گا۔ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے۔ دِل تمنا کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے جبکہ شرمگاہ اُس خواہش کی تصدیق کر دیتی ہے۔۔یا۔۔تکذیب کر دیتی ہے

۔۔۔تشریح۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا:

دوسری روایت میں ہے، ابن آدم پر اُس کا حصہ زنا میں لکھ دیا گیا ہے، ہر حال میں وہ اُس حصہ کو حاصل کرے گا۔ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا کرنا چلنا ہے۔ دِل خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے، اور شرم گاہ اُس کی تصدیق کرتی ہے۔۔یا۔۔تکذیب کرتی ہے۔

اِس حدیثِ نبوی کا معنی یہ ہے کہ بے شک ابن آدم کے مقدر میں زنا میں سے حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض ابن آدم کا زنا حقیقی طور پر ہوتا ہے، وہ شرم گاہ کو حرام شرم گاہ میں ڈالتا ہے، اور اُن میں سے بعض ابن آدم کا زنا مجازی طور پر ہوتا ہے۔ حرام نظر سے دیکھنے کی وجہ سے زنا کا ہو جانا۔۔یا۔۔زنا کرنے کے متعلق معاملات میں گفتگو سننا۔۔یا۔۔غیر محرم عورت کو ہاتھ سے مس کرنا۔۔یا۔۔غیر محرم کو بوسہ دینا۔۔یا۔۔زنا کی طرف چل کر جانا، دیکھنا اور چھونا۔۔یا۔۔غیر محرم عورت کے ساتھ ناپسندیدہ گفتگو کرنا اور اِس طرح کے دیگر اُمور۔ اِسی طرح دِل سے زنا کے متعلق سوچنا وغیرہ، یہ سارا کچھ 'زناءِ مجازی' کی اقسام میں سے ہے۔ شرم گاہ ان سب کی تصدیق کر دیتی ہے ۔۔یا۔۔جھٹلا دیتی ہے۔ اِس کا معنی یہ ہے کہ شرم گاہ کبھی کبھی اس کو عملی جامہ پہنا دیتی ہے اور کبھی کبھی نہیں۔ عملی طور پر شرم گاہ ایک دوسرے سے مل جاتی ہے یا نہیں ملتی لیکن بنی آدم اس گناہ کے قریب تو ہو ہی جاتا ہے۔ واللّٰهُ اَعْلَمُ

البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی قول جو انہوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے

صغیرہ گناہوں کے مشابہ کوئی دوسری چیز نہیں دیکھی۔اس روایت کا معنیٰ ومفہوم سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس مذکورہ ذیل فرمان کی تفسیر کا مطالعہ ضروری ہے، فرمایا:

الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۳۲:۵۳﴾

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے، بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے

آیتِ مطہرہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جو لوگ صغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے، کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُن کے صغیرہ گناہ بھی مٹادیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴿۳۱:۴﴾

اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے، جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اَور گناہ ہم بخش دیں گے

اِن دونوں آیات کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ یقیناً کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا صغیرہ گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ اور صغیرہ گناہوں کو ہی 'اَللَّمَم' کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صغیرہ گناہوں کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ حرام کردہ اُمور کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ اِن سے مراد ہے۔لَمَم۔کی تفسیر میں یہی قول صحیح ہے۔

بعض مفسرین نے کہا۔۔۔کہ لَمَم سے مراد کسی شئے کی طرف توجہ کرنا لیکن عملاً اُس کا ارتکاب نہ کرنا ہے۔ بعض نے کہا۔۔۔گناہ کی طرف میلان کرنا لیکن اُس گناہ کا ارتکاب نہ کرنا 'لَمَم' ہے۔جبکہ بعض مفسرین نے کہا کہ۔۔۔ لَمَم ۔۔۔سے مراد کوئی دوسرا معنی ہے جو ظاہری طور پر مفہوم سے بالاتر ہے۔دَراصل۔۔۔لَمَم اور اِلْمام۔۔۔کی اصل کسی چیز کی طرف مائل ہونا ہے اور کسی مداومت واستقامت کے بغیر اُس چیز کو طلب کرنا ہے۔واللہ اعلم

(شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۱۶، ص:۲۰۵-۲۰۶)

۔۔۔ابوالحسن ابن بطال علیہ الرحمہ نے کہا:

آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ شر اور شہوت کے ساتھ کسی غیر محرم کو پہلی نظر کے علاوہ دوبارہ دیکھنا ہے۔
اِسی طرح گفتگو کا زنا یہ ہے کہ حرام کردہ گفتگو کرنے کے ساتھ لذّت حاصل کرنا جبکہ دِل اُس بات کو پسند کرتا ہے اور اُس بات کو چاہتا ہے، اس لیے تمام ایسے امور کو 'زنا' کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ یہ سارے کام شرم گاہ کے زنا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس بات کی طرف مذکورہ بالا حدیثِ نبوی کا جملہ دلالت کرتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا کرنے میں سے اُس کا حصہ اُس کی قسمت میں لکھ دیا ہے، اور ہر حالت میں اُس کو اُس کا یہ حصہ ملے گا

۔۔۔معلوم ہوا کہ ابن آدم اِس گناہ سے خلاصی و چھٹکارہ نہیں پا سکتا

۔۔۔امام مہلب علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، لہٰذا ابن آدم، ہر حال میں اُس لکھے گئے فیصلہ کو پائے گا اور بے شک انسان اُس لکھے گئے فیصلہ کو خود سے دُور نہیں کر سکتا، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف و کرم فرما دے تو یہ اُس کا فضل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے لَمَمَ کو صغیرہ گناہ کا درجہ دیا ہے اور وہ صغیرہ گناہوں کے ارتکاب کرنے پر اُس وقت تک اپنے بندوں سے مطالبہ نہیں کرتا جب تک شرم گاہ نے ایسے گناہ کی تصدیق نہ کر دی ہو، کیونکہ اگر شرمگاہ سے 'زنا' کرنے کا عمل سرزد ہوگیا تو پھر ایسا گناہ کرنا کبیرہ گناہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر شفقت و رحمت کرتے ہوئے صغیرہ گناہوں کی وجہ سے اُن کا مؤاخذہ نہیں فرمایا۔ اور اگر وہ اپنے بندوں کا مؤاخذہ کرے تو یہ اُس کی طرف سے عدل ہوگا، اور جو وہ کرے اُس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا، وہ لطف و فضل کرتے ہوئے اُن کی بہت زیادہ خطائیں دَرگزر فرما دیتا ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج:۹، ص:۲۳)

شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلہ حفظہ اللہ کہتے ہیں: کہ حرام کردہ امور کی طرف دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو محفوظ کرنا واجب ہے، مثلاً: غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا، پردہ میں ہونے والے اعضاء کو دیکھنا، دوسرے شخص کی اجازت کے بغیر اُس کے گھر کو دیکھنا۔۔یا۔۔کسی مخفی چیز کو دیکھنا اور اسی طرح ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھنا مسلمان کے لیے جائز نہیں۔



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۲۲﴾

﴿کانوں کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى حَدِيثِ قَوْمٍ يَكْرَهُونَهُ صُبَّ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحیح البخاری:۷۰۴۲، مسند احمد:۱۸۶۶)

۔۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ایک قوم کی ایسی گفتگو سنی جس گفتگو کے سننے کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اُن کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا

۔۔۔تشریح۔۔۔ابن بطال علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔امام طبری علیہ الرحمہ نے کہا۔۔۔کہ اگر کوئی شخص ۔۔۔من استمع الی حدیث قوم وھم له کارھون ۔۔۔اِس حدیثِ رسول کے متعلق سوال کرے کہ اس حدیث نبوی کا معنیٰ کیا ہے؟ تو میں جواب میں یوں کہوں گا کہ کبھی آپ نے دیکھا کہ کوئی ضرر نہیں ہوتا بلکہ سننے والے شخص کے لیے اُس گفتگو کے سننے میں بہت زیادہ فائدہ بھی ہے۔۔یا۔۔تو دین میں فائدہ ہے۔۔یا۔۔دُنیاوی امور میں فائدہ ہے، تو کیا اُن کی گفتگو کو سننا جائز ہوگا، اگرچہ گفتگو کرنے والے لوگ اِس بات کو ناپسند سمجھیں!

۔۔۔بعض علماء نے کہا۔۔۔: گفتگو کو سننے والے شخص کو گفتگو سننے کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی گفتگو میں نفع ہے، پہلے معلوم نہیں ہوتا، لیکن ایسے لوگوں کی گفتگو کو سننا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اِس بات کو ناپسند فرمایا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیثِ نبوی میں مطلقاً نہی وارد ہوئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسے لوگوں کی گفتگو سنے جو لوگ اپنی گفتگو کا سننا ناپسند جانتے ہوں اور اگر کسی نے ایسے لوگوں کی گفتگو سن لی جو وہ لوگ بُرا جانتے ہوں تو سننے والے شخص کا معاملہ خالقِ کائنات کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو وہ اُس شخص کو معاف فرمادے اور اگر چاہے تو وہ اُس شخص کو عذاب دے۔

اگر کسی شخص نے ایسے لوگوں کی گفتگو سن لی اور وہ لوگ ایسا کرنا ناپسند جانتے ہوں جبکہ اُس شخص کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ ناپسند کریں گے تو اُن کی گفتگو سننے والا شخص حدیثِ نبوی کے اس حکم میں شامل ہوگا کہ اُس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا؟ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج:۹، ص:۵۵۶)

تو اِس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مذکورہ وعید ایسے شخص کے بارے میں وارد ہے جو ایسے لوگوں کی گفتگو سن لے جو لوگ ناپسند جانتے ہوں۔ البتہ جو شخص اِس بات کو جانتا نہیں کہ وہ لوگ اپنی گفتگو کے سننے کو محسوس کریں گے وہ اِس حکم میں شامل نہیں! صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ اُن کی گفتگو اُن کی اجازت کے ساتھ سنے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو۲ سرگوشی کرنے والے اشخاص کی گفتگو سننے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اگر کوئی سننا چاہتا ہے تو وہ شخص اُن سے اجازت طلب کرے(۱)۔

شیخ عماد الدین بن احمد بن ابی حجلہ حفظہ اللہ لکھتے ہیں۔۔۔جاسوسی کرنے والے لوگوں، آلاتِ موسیقی اور تمام حرام کردہ آوازوں کے سننے سے اپنے کانوں کو محفوظ رکھنا واجب ہے۔ اسی طرح غیبت اور چغلی سننے سے اپنے کانوں کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ فحش گانوں کا سننا اور تمام حرام اقوال سننے سے اپنے کانوں کو محفوظ رکھنا واجب ہے، البتہ زبردستی سے ناپسندیدہ آوازوں کو سننا لاگو کر دینا بندے کو گناہ گار نہیں کرتا، لیکن حتی المقدور کوشش کی جائے کہ ایسی ناپسندیدہ آوازوں کو سننے سے گریز کیا جائے۔

---

(۱)۔۔۔(ابوداؤد: ۴۸۴۴ اس روایت کو عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کیا اور ان کے والد نے اپنے دادا جان سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: (لَا یَجلِسُ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلَّا بِاِذْ نِھِمَا۔۔۔دو[۲] اشخاص کی محفل میں ان کی اجازت کے بعد ہی بیٹھا جائے)



حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۲۳

پیٹ کی حفاظت کرنا

۔۔۔عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی کَرِبَ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ (سنن ترمذی: ۲۳۸۰)

۔۔۔حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

آدمی کے اپنے پیٹ کے برتن کو بھرنے سے بُرا کوئی برتن نہیں ہے جس کی وجہ سے اُس کی کمر قائم رہتی ہے۔ اگر کھانا کھانا ضروری ہو تو پھر اُس کو چاہئے کہ وہ ایک حصہ اپنے کھانے کے لیے مختص کرے، دوسرا حصہ اپنے پانی کے لیے مختص کرے، جبکہ تیسرا حصہ اپنے سانس لینے کے لیے مختص کرے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔ایک روایت میں۔۔۔أُكُلَاتٌ۔۔۔کی جگہ پر۔۔۔لُقَيْمَات۔۔۔کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی کے لیے کھانے کے چند لقمے کافی ہیں جن کی وجہ سے اُس کی قوت بحال رہے اور جسم مضبوط رہے۔ اور حدیثِ نبوی ﷺ کا جملہ۔۔۔يُقِمْنَ صُلْبَهُ۔۔۔کا مفہوم یہ ہے کہ کھانا کھانے کی وجہ سے بنی آدم کی کمر مضبوط ہو، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کر سکے، جبکہ۔۔۔فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ اگر بنی آدم نے ہر حال میں خوراک کھانی ہے تو پھر وہ اپنے پیٹ کو تین ۳ حصوں میں تقسیم کرے: ایک حصہ کھانے کے لیے خاص کرے، دوسرا حصہ پانی وغیرہ پینے کے لیے خاص کرے، جبکہ تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے خاص کرے۔ ایسا کرنے سے اُس شخص کے جسم میں صفائی، نرمی، حکمتِ عملی، قوتِ فہم، انکساری اور شہوت میں کمزوری پیدا ہوگی جس کی وجہ سے وہ عبادت کثرت سے کر سکے گا۔

مذکورہ حدیثِ نبوی اس بات کی طرف بھی دلالت کرتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ حلال چیزوں کے کھانے پینے میں بھی میانہ روی اختیار کرے۔ جب شریعتِ مطہرہ اِس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو حرام کردہ خوراک سے بدرجہ اولیٰ منع کرتی ہے، تاکہ کھانے پینے کی حرام اشیاء سے ایک مسلمان اپنے پیٹ کی حفاظت کر سکے۔ مثلاً: سود کھانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴿۲:۲۷۵﴾

اور جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو

حکومت میں سود کا کھا جانا سے مراد سود پر قبضہ جما لینا ہے۔ سود کے متعلق کچھ لکھائی کرنا، سود کے متعلق کچھ گواہی دینا، سود کے متعلق کسی بھی قسم کی کوشش و جسارت کرنا حرام ہے، جیسا کہ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلِهِ وَكَاتِبِهِ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ" (صحیح مسلم:۱۵۹۸)

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کے متعلق لکھنے والے، اور سود کے متعلق دو۲ گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اور مزید فرمایا کہ یہ تمام افراد اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

۔۔۔تشریح۔۔۔ ربا(سود) کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اسی طرح غصب شدہ اور مسروقہ مال و دولت کا کھانا، یتیم کا مال کھانا، شراب کا پینا، ہر نشہ آور چیز کا استعمال کرنا، ہر قسم کا نشہ (چرس، افیون، پوڈر، وغیرہ) بھی استعمال کرنا کبیرہ گناہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ اسی طرح ہر نجس چیز کا کھانا، مثلاً خنزیر کا گوشت کھانا اور ہر اُس چیز کو کھانا جس کو شریعتِ اسلامیہ نے حرام کیا ہو گناہِ کبیرہ ہے۔ مثلاً: ایسے گوشت کو کھانا جس کو شرعی اصولوں کے مطابق ذبح نہ کیا جائے حرام ہے، کیونکہ پیٹ کی شہوت و خواہش نفسانی سب سے بُری چیز ہے جو ایک مسلمان کو ہلاک کرتی ہے، اس خواہش کی خاطر ہی حرام کردہ ممنوع امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اِس کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے، حسد کیا جاتا ہے، چوری کی جاتی ہے اور دوسروں کا مال و دولت غصب کیا جاتا ہے۔ (پیٹ کو بھرنے کی خاطر ہی حقیقی بہن بھائیوں اور دوسروں کی جائیداد پر قبضہ کرلیا جاتا ہے، بلکہ حقیقی اولاد اور بہن بھائیوں کو جائیداد سے محروم کردیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے)۔ (مترجم)



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۴﴾
﴿دونوں ہاتھوں کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ (صحیح البخاری: ۱۰، صحیح مسلم: ۴۰)

۔۔۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں، اور مہاجر وہ شخص ہوتا ہے جو اُس چیز سے ہجرت کر کے دُور ہو جائے جس چیز کے ارتکاب کرنے کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو

۔۔۔**تشریح۔۔۔ابن بطال علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔۔۔:** مہلب نے کہا کہ ایک مسلمان اسلام کے معاملات کو مکمل کرنا پسند کرتا ہے اور مذکورہ حدیثِ نبوی سے مراد ہے کہ مسلمانوں کو اِس بات کی طرف برانگیختہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو زبان و ہاتھ سے تکلیف نہ دیں، اور یہی بات امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے بیان کی کہ۔۔۔الابرار هم الذين لا يؤذون الذر والنمل ۔۔۔نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو کسی چیونٹی اور کیڑے مکوڑے کو بھی تکلیف نہیں دیتے (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج:۱، ص:۶۳)

گناہوں سے ہاتھوں کی حفاظت کرنا واجب ہے، مثلاً: ناپ، تول، پیمائش کرنے، چوری کرنے، مال و دولت لُوٹنے، مال و دولت غصب کرنے، ملاوٹ کرنے، قتل و غارت گری کرنے، کسی شخص کو ناحق مارنے، رشوت دینے اور لینے سے اپنے ہاتھوں کو محفوظ رکھنا واجب ہے۔ اِسی طرح کسی ذی روح چیز جانور وغیرہ کو آگ میں جلانا گناہ ہے، البتہ ایسی صورت میں جانور کو آگ میں جلا کر قتل کرنا جائز ہے جب وہ انسان کو اذیت دے، بصورتِ دیگر جائز نہیں۔ جانوروں کو مثلہ کر کے قتل کرنا، شطرنج کے مہرہ کے ساتھ کھیلنا، اور ہر ایسا کھیل کھیلنا جس کھیل کے لیے جُوا لگایا جائے اور پھر اُس کھیل کو جُوا کے شرائط کے ساتھ کھیلنا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ اِسی طرح موسیقی کے آلات و ساز و سامان کے ساتھ بے فضول عیاشی کرنا بھی اس گناہ کے زمرے میں شامل ہوگا، مثلاً: سارنگی بجانا، ایک قسم کا ستار طنبور بجانا، تان پورہ، باجا بجانا، آلاتِ موسیقی بجانا، بغیر کسی رکاوٹ کے غیر محرم عورت کو چھونا، ہاتھ کے ساتھ کسی ذی روح چیز کو نقش و نگاری کے ساتھ بنانا، زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد کسی مستحق شخص کو اَدا نہ کرنا۔۔یا۔۔کسی غیر مستحق شخص کو زکوٰۃ دینا، مزدور کو اُس کی مزدوری نہ دینا، بے بس و بے آسرا شخص کی تکلیف کو دُور نہ کرنا، ڈوبنے والے شخص کو پانی میں غرق ہونے سے نہ بچانا اور حرام کردہ گفتگو کو تحریری شکل میں لکھنا وغیرہ، یہ سب کچھ ہاتھوں سے حاصل کردہ گناہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین (مترجم)

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۵﴾

﴿دونوں پاؤں کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
أَوِ الْمُؤْمِنُ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ اَلْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِیئَةٍ نَظَرَ إِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ،أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِیئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوبِ (صحیح مسلم:۲۴۴)

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب ایک مسلمان۔۔یا۔۔ایمان والا شخص وضو کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو وضو کے پانی کی وجہ سے اُس کے چہرے (منہ) سے ہر وہ خطاء دُور ہو جاتی ہے جس کی طرف اُس شخص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔۔یا۔۔چہرے کو دھونے کے بعد پانی کا آخری قطرہ گرنے کے بعد اُس کے چہرے سے ہر گناہ گر جاتا ہے، اور جب اُس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا تو اُس کے دونوں ہاتھوں سے ایسی خطائیں نکل جائیں گی جن کو اُس نے اپنے ہاتھوں سے پکڑا تھا ۔۔یا۔۔ہاتھوں کو دھونے کے بعد آخری قطرہ گرنے کی وجہ سے اُس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ پس جب وہ شخص اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں سے گرنے والے پانی کی وجہ سے اُس شخص کی ہر وہ خطاء معاف ہو گی جس خطاء کی طرف وہ شخص اپنے دونوں پاؤں سے چل کر گیا تھا ۔۔یا۔۔پھر اُس کے ہاتھوں سے پانی کا آخری قطرہ گرنے کے ساتھ، اُس شخص کے ہاتھوں سے کی گئی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ وہ شخص گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

۔۔۔تشریح۔۔۔مذکورہ حدیثِ نبوی میں۔۔۔كُلُّ خَطِیئَةٍ۔۔۔خطاء کا لفظ ذکر ہوا، اس سے مقصود و مراد ہر صغیرہ گناہ ہے، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہے۔ ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

ما من عبد یخطو خطوة إلا سئل عنها ما أراد بها؟
جو شخص بھی کوئی قدم چلتا ہے تو قیامت کے دن اُس شخص سے اُس ایک قدم کے چلنے کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ تم وہ ایک قدم کس ارادے سے چلے تھے؟ (حلیة الاولیاء لابی نعیم، ج:۱،ص:۳۷۶)

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا

خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً ﴿۲۵:۶۳﴾

اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور
جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں، بس سلام

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۳۱:۱۸﴾

اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسار کج نہ کر اور زمین پر اتراتا نہ چل،
بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا، فخر کرتا

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً ﴿۱۷:۳۷﴾

اور زمین پر اتراتا نہ چل، بے شک تُو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا، اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا

شیخ عمادالدین بن احمد حفظہ اللہ **رقمطراز ہیں:** میرے نزدیک ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ معصیت کی طرف چل کر جانے سے اپنے پاؤں کی حفاظت کرے، مثلاً: کسی مسلمان کو تکلیف پہچانے کے لیے پاؤں سے چل کر جانا، کسی مسلمان کو قتل کرنے کے لیے جانا، زنا کی طرف چل کر جانا، شراب پینے کے لیے چل کر جانا، جُوا کھیلنے کے لیے چل کر جانا، چوری کرنے کے لیے جانا، ڈاکہ ڈالنے کے لیے چل کر جانا، اور اِس طرح کے تمام حرام کردہ امور کی طرف جانے سے اپنے پاؤں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۶﴾
﴿شرم گاہ کی حفاظت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ :أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اَضْمَنُوْا لِی سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ، اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوْا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ
(مسند احمد:۲۲۷۵۷)

۔۔۔حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تم مجھے اپنی ذات کے بارے میں چھ ۶ چیزوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دوں گا۔ جب گفتگو کرو تو سچ بولو۔۔ جب وعدہ کرو تو وعدہ وفا کرو، جب تم کو امانت دی جائے تو اُس امانت کو واپس لوٹا دو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نظروں کو جھکاؤ، اور اپنے ہاتھوں کی حفاظت کرو۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام حاکم نے 'المستدرک علی الصحیحین' میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تَقَبَّلُوْا لِیْ بِسِتٍّ أَتَقَبَّلُ لَكُمُ الْجَنَّةَ قَالُوْا :وَمَا هِیَ ؟ قَالَ:إِذَا حَدَثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يَخْلُفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، وَغُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوْا أَيْدِكُمْ، وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ (المستدرک علی الصحیحین:۸۰۶۷)
تم میری چھ ۶ چیزیں قبول کرو، تو میں تمہارے لیے جنت قبول کروں گا۔ صحابہء کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اور وہ چھ ۶ چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا۔۔۔جب تم میں سے کوئی شخص گفتگو کرے تو جھوٹ نہ بولے، جب تم میں سے کوئی شخص وعدہ کرے تو پھر وہ وعدہ خلافی نہ کرے، جب تم میں سے کسی شخص کو امانت دی جائے تو وہ شخص امانت میں خیانت نہ کرے، تم کو چاہئے کہ تم اپنی نظروں کو جھکاؤ، اپنے ہاتھوں کو کسی دوسرے کو تکلیف دینے سے روک کر رکھو، اور تم اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

اِس حدیثِ نبوی کا معنی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اُس شخص کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم ہم کو مذکورہ چھ ۶ امور کی ضمانت دیتے ہو تو ہم تم کو جنت کی ضمانت دیتے ہیں۔ اُن چھ ۶ امور میں زنا سے شرمگاہ کو محفوظ رکھنا ہے، لواطت سے محفوظ رہنا، زنا و لواطت شروع ہونے والی حرکات و اعمال سے باز رہنا ہے، اور اِسی طرح دو ۲ بالغ عورتوں کا آپس میں میل جول وغیرہ۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ ﴿۲۳:۱-۷﴾

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے، اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں، اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو اُن کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ اُن پر کوئی ملامت نہیں، تو جو اِن دو[۲] کے سوا کچھ اور چاہے، وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ان فلاح پانے والے لوگوں سے یوں فرماتے ہوئے جنت کا وعدہ کیا ہے:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۳:۱۰-۱۱﴾

یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ (مسند احمد:۱۶۶۱)

اگر عورت نے پانچ[۵] وقت کی نماز پڑھی، ماہِ رمضان کا روزہ رکھا، اپنی عزت کی حفاظت کی، اپنے خاوند کی اطاعت کی، قیامت کے روز اُس عورت سے کہا جائے گا کہ تم جنت کے جس دروازے سے جنت میں داخل ہونا چاہتی ہو داخل ہو جاؤ۔

جس شخص نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کے ساتھ مغفرت و بخشش کا وعدہ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۳:۳۵﴾

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے اور ایمان والیاں، اور فرمانبردار اور فرمانبرداریاں، اور سچے اور سچیاں، اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں، اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں، اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، اور روزے والے اور روزے والیاں، اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں، اور اللہ کو بہت

یادکرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے

---الٰہی! ہم کو ایسے لوگوں میں شامل فرما، جن کے تُو نے مذکورہ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ ہم کو الٰہی انہی اوصاف کے ساتھ موت عطا فرما! بے شک تُو قریب ہے، دُعاؤں کا جواب دینے والا ہے! یااللہ! یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ! یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ۔

---امام ذہبی علیہ الرحمہ نے 'الکبائر' میں ایک روایت یوں بیان کی:

اے مسلمانوں! زنا سے بچو کیونکہ اِس میں چھ ۶ بُرائیاں ہیں: تین ۳ کا تعلق دُنیا کے ساتھ ہے اور تین ۳ بُرائیوں کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ وہ بُرائیاں جن کا تعلق دُنیا کے ساتھ ہے اُن میں سے پہلی یہ کہ ایسا گناہ کرنے والے شخص کے چہرے کی نورانیت ختم کردی جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ ایسے شخص کی عمر کم کردی جاتی ہے۔ اور تیسری بُرائی یہ کہ ایسے شخص پر ہمیشہ کے لیے فقر و فاقہ آجاتا ہے۔ جبکہ وہ بُرائیاں، جن کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اُن میں سے پہلی بُرائی یہ ہے کہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔ دوسری یہ کہ ایسے شخص کا حساب بڑا سخت ہوگا۔ اور تیسری یہ کہ ایسے شخص کو دوزخ کا عذاب چکھایا جائے گا۔ (مترجم)



حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۲۷

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ

۔۔۔ عَنْ جَرِیْرِ بن عبد اللّٰہ البجلی رضی اللّٰہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَعُمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ کُتِبَ لَہٗ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَ لَا یَنْقُصُ مِنْ أُجُورِھِمْ شَیْءٌ، وَمَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعُمِلَ بَعْدَہٗ کُتِبَ عَلَیْہِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا وَ لَا یَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ (صحیح مسلم:۱۰۱۷)

۔۔۔ حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا، اس کے بعد اُس طریقہ پر عمل بھی کیا گیا تو اُس اچھے طریقہ پر جس شخص نے عمل کیا تو اُس کے اجر وثواب کے مطابق اس کام کے شروع کرنے والے شخص کے لیے بھی اجر وثواب لکھ دیا جائے گا اور اُس اچھے عمل کرنے والے شخص کے اجر وثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔
اور جس شخص نے اسلام میں بُرا طریقہ جاری کیا اور اُس بُرے و ناپسندیدہ طریقہ پر اس کے بعد عمل ہوتا رہا تو اس بُرے طریقے پر جو شخص عمل کرے گا اس کا اُس بُرا طریقہ شروع کرنے والے شخص کو گناہ ملے گا، اور اُن سب کے گناہوں میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

۔۔۔ تشریح ۔۔۔ امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:
اِس حدیثِ نبوی میں اِس طرح برانگیختہ کیا گیا ہے کہ خیر و بھلائی والے کاموں سے آغاز کیا جائے اور باطل کاموں سے ناپسندیدہ قبیح کاموں سے دُور رہا جائے۔ اِس مذکورہ حدیثِ نبوی میں حضور اکرم ﷺ کے فرمان کو اُجاگر کیا گیا۔

کُلُّ محدَثَۃٍ بِدْعۃٌ، وَکُلُّ بدعۃٍ ضَلالۃٌ، وأن المراد بہ المحدَثاتُ الباطلۃ والبِدَعُ المذمومۃ (ابوداؤد:۴۶۰۷)

اسلام میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بُری بدعت ضلالت و گمراہی ہے، نئے قسم کے باطل امور اور قابل مذمت امور دین اسلام میں بدعت ہیں (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۷، ص:۱۰۴)

ایک اور روایت جس کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ خَیْرَ الحَدِیْثِ کتابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھا، وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ (صحیح مسلم:۸۶۷)

بے شک بہترین گفتگو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی گفتگو ہے، بہترین ہدایت سیدنا محمد ﷺ کی ہدایت ہے، بدترین امور نئے امور ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے

۔۔۔اِس حدیثِ نبوی سے جو مقصود ہے وہ اکابر علماء کرام نے یوں بیان کیا:

۔۔۔امام ابن العربی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جدید و نیا کام لفظِ بدعت کی وجہ سے مذموم نہیں ہے اور نہ ہی یہ دونوں مذموم معانی مراد ہیں، بلکہ قابلِ مذمت بدعت وہ بدعت ہے جو سنت کی مخالفت کرے۔ نئے شرعی مذموم کاموں میں سے وہ کام مراد ہیں جو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی، ج:۱۰،ص:۱۴۷)

کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ ۔۔۔ ہر بدعت دلالت ہے۔۔۔ اِس سے عام و مخصوص معانی مراد ہیں۔ غالباً جو بدعت ہو وہ اس حدیثِ نبوی سے مراد ہے جبکہ اہلِ لغت نے کہا: کہ سابقہ مثال کے علاوہ اِس سے ہر شے مراد ہے۔ علمائے کرام نے کہا بدعت کی پانچ ۵ اقسام ہیں:

(۱)۔۔۔ بدعتِ واجبہ (۲)۔۔۔ بدعتِ مندوبہ (۳)۔۔۔ بدعتِ محرمہ

(۴)۔۔۔ بدعتِ مکروہہ (۵)۔۔۔ بدعتِ مباحہ۔

'بدعتِ واجبہ' سے مراد متکلمین کے دلائل کو ایک لڑی میں اِس طرح پرونا ہے کہ جس سے اہلِ بدعت اور کفار وغیرہ کے دلائل کو رَد کیا جائے، جبکہ 'بدعتِ مباح' کی مثال یہ ہے کہ مختلف، رنگ برنگ کے کھانے دسترخوان پر بچھانا وغیرہ، اور بدعتِ حرام و مکروہ دونوں کا مفہوم ظاہر ہے۔

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں: کہ جب اِس مذکورہ تفصیل کو پہچان لیا گیا جو میں نے ذکر کی ہے تو واضح ہوا کہ حدیثِ نبوی میں عام مخصوص معنیٰ مراد ہے اور وہی معنیٰ اِس طرح کی مشابہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اِس کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان کرتا ہے جو انہوں نے نمازِ تراویح کے متعلق فرمایا تھا۔۔۔ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ۔ (صحیح البخاری:۲۰۱۰)۔ بدعت کتنی اچھی ہے۔

جبکہ حدیثِ نبوی کا جملہ ۔۔۔ کُلُّ بِدْعَةٍ ۔۔۔ کا مفہوم عام مخصوص ہے، یہ مفہوم بدعتِ حسنہ کے ساتھ تعارض پیدا نہیں کرتا، بلکہ اس میں تو تخصیص شامل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ ﴿۴۶:۲۵﴾، ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ج:۶،ص:۱۵۵)

اِسی طرح ہر وہ کام جو حضور اکرم ﷺ نے عملاً نہیں کیا، وہ کام گمراہ کرنے والے بدعت کے ضمن میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کی بارگاہِ اقدس میں بھنا ہوا گوہ کا گوشت لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اُس کی طرف اپنا دستِ اقدس بڑھایا تو عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! یہ (ضَبّ) گوہ کا گوشت ہے، آپ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس دُور کر لیا، عرض کی گئی: اَے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا۔۔۔ یہ حرام نہیں ہے، لیکن میری قوم کے علاقہ میں یہ

جانور نہیں پایا جاتا، لہٰذا اِس جانور کا گوشت تناول کرنے سے میں معذرت چاہتا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے اس گُوہ کے گوشت کو اپنے قریب کرلیا، اور میں اُس کو کھا گیا، اِس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ اُس کو دیکھ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۳۷)

۔۔۔ مذکورہ حدیثِ مبارکہ ایک فقہی قاعدہ کی دلیل بھی بن جاتی ہے۔

۔۔۔ فقہی اصول قاعدہ یہ ہے ۔۔۔ أَنَّ تَرْکَ الشَّیءِ لَا یَقْتَضِیْ تَحْرِیْمَهٗ ۔۔۔ کسی چیز کو ترک کردینا اُس چیز کے حرام ہونے کا تقاضہ نہیں کرتا۔

اِس فقہی قاعدہ کی تاکید وہ روایت بھی کرتی ہے جو روایت امام بخاری و دیگر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کی:

۔۔۔ (لَمْ یَأْکُلِ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی خِوَانٍ)، (صحیح البخاری: ۶۴۵۰) ۔۔۔ نبی کریم ﷺ نے ٹیبل (Table) کھانے کی میز پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا۔

اِس روایت میں کھانے کی میز کے لیے 'خوان' کا لفظ استعمال ہوا، عربی لغت میں یہ لفظ میز (table) کے لیے وضع کیا گیا ہے، تو یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ میز پر کھانا تناول کرنا کیا حرام ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کھانے کے لیے میز استعمال کرنا قطعی طور پر حرام نہیں ہے۔ اور اس طرح کی بات کسی عالم دین نے نہیں کہی، اس کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول کرنے کے لیے میز (table) کو استعمال نہیں فرمایا۔

لہٰذا اِس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے سے واضح ہوا کہ 'بدعتِ مذمومہ' سے مراد وہ بدعت ہے جو بدعت، سنتِ نبوی کی مخالفت کرے۔ نئے مذموم کاموں سے مراد وہ بدعت ہے جو گمراہی کی طرف بلائے۔ عنقریب اِس بات کی تفصیل ذکر کی جائے گی۔



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۲۸﴾
﴿میلا دالنبی الکریم ﷺ﴾

۔۔۔عَنْ أَبِی قَتَادَةَ الْأَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الِاثْنَیْنِ فَقَالَ:

فِیهِ وُلِدْتُ وَفِیهِ أُنْزِلَ عَلَیَّ (صحیح مسلم:۱۱۶۲)

۔۔۔حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ سے سوموار(Monday) کے روز، روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

سوموار(پیر) کے دن میں پیدا ہوا ہوں اور سوموار کے دن مجھ پر قرآنِ کریم نازل کیا گیا

۔۔۔تشریح۔۔۔مذکورہ حدیثِ نبوی میں اُس دن کی تعظیم ذکر کی گئی ہے جس دن حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے تھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا۔۔۔(فیه ولدت وفیه أنزل علی)۔اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

اِس حدیث شریف کو بنیاد بناتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ: جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہے وہ شخص اُس دن سے بھی محبت کرتا ہے جس دن حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تھی اور اِس بات پر فخر کرتا ہے، اُس دن کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے بلکہ اُس ولادت کے دن سرور وفرح کی شدت کی وجہ سے وہ 'محافلِ میلا دشریف' منعقد کرنے کا اہتمام کرتا ہے، جیسا کہ طبرانی نے 'معجم الکبیر' اور حاکم نے 'المستدرک' میں بخاری ومسلم کے شرائط کے مطابق روایت کیا کہ:

خریم بن اوس بن حارثہ بن لام روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور نبی اکرم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّی اُرِیْدُ اَنْ اَمْدَحَکَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: هَاتِ، لَا یَفْضُضِ اللّٰهُ فَاکَ

اَے اللہ کے رسول! بے شک میں چاہتا ہوں کہ آپ کی مدح سرائی کروں، تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن کوفرمایا۔۔۔مدح سرائی کرو! اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔

۔۔۔توحضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ شعر عرض کیے:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِی مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یَخْصِفُ الْوَرَقُ

ولادت باسعادت سے پہلے آپ کا نور ایک محفوظ جگہ پر تھا، جہاں پر درختوں کے پتے بھی آپس میں ملے ہوئے تھے

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بشرٌ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ

پھر آپ دُنیا میں تشریف لائے، آپ عام انسانوں کی طرح کسی صورت میں نہیں ہیں

بل نطفةٌ تركَبُ السَّفِينَ وقد الْجَمَ نَسْراً وأهْلَهُ الغرَقُ

بلکہ آپ کا نطفہءِ نور، کشتیوں پر سفر کرتا رہا، یقیناً یہ نورِ مبارک محفوظ رہا اور دیگر سب کچھ پانی میں ڈوب گیا

تَنْقَلُ مِنْ صَالِبِ إلٰى رَحِمٍ إذَا مَضىٰ عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

یہ نورِ مبارک پاک پشت سے پاک رحم کی طرف منتقل ہوا، جب دُنیا روشن ہوئی تب آپ کی اصلی حالت ظاہر ہوئی

حَتىٰ احْتَوىٰ بَيْتُکَ الْمُهَيمِنُ مِنْ خَنْدفٍ عَلْيَاء تحتَهَا النُطقُ

حتیٰ کہ آپ کا نگہبانی کرنے والا کاشانہ ایسے بلند و بالا مقام پر ہے جس کے ضمن میں گفتگو کی جاتی ہے

وأنْتَ لَمَا وُلِدْتَ أشْرقَتِ الْ أرْضُ وَضَاءَ تْ بِنُورِکَ الْأفُقُ

اور جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین روشن ہوگئی، اور آپ کے نور کی وجہ سے کائنات کے اُفق (Horizon) روشن ہوگئے

فَنَحْنُ فِيْ ذٰلکَ الْضيَاءِ وفى النُّور رِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نخْتَرِقُ

پس ہم اس روشنی میں اور اس نور میں ہدایت کی طرف گامزن ہیں اور ہم اپنی عمر گزار رہے ہیں

(المعجم الكبير للطبرانی، ج:۴، ص:۲۱۳، رقم الحديث:۴۱۶۷، المستدرک على الصحيحين للحاكم:۵۴۱۷)

اِس مذکورہ قصیدہ میں حضورا کرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حضورا کرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اپنی شان میں مدحیہ قصیدہ سنا تو خوش ہوئے اور اپنے چچا کو منع نہیں کیا، بلکہ فرمایا:

هَاتِ لا يفضض الله فاک اور مدح کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے

اگر چہ پہلی تین ۳ صدیوں میں میلاد النبی ﷺ کے لیے محافل کا باقاعدہ اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، مولد النبی ﷺ کے لیے پروگرام زبعد میں منعقد ہونے لگے، لیکن واضح رہے کہ ایسا کرنا 'بدعتِ حسنہ' میں سے ہے اور ایسی محافل میں آپ کی سیرتِ مطہرہ اور نعت شریف کی صورت میں مدح سرائی کی جاتی ہے، جیسا کہ اس موضوع کے متعلق اکابرین امت نے بھی تذکرہ کیا اور لوگوں کو ایسی محافل منعقد کرنے کی طرف ترغیب بھی دی ہے۔

۔۔۔حافظ سیوطی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

میرے نزدیک محافل میلاد النبی ﷺ کی اصل یہ ہے کہ لوگ اکٹھے ہوں اور جو ممکن و آسان ہو اُتنا قرآن کریم پڑھا جائے، نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے متعلق واردشدہ روایات بیان کی جائیں اور وہ واقعات بیان کیے جائیں جو واقعات آپ کی ولادت باسعادت کے دوران واقع ہوئے، پھر حسبِ ضرورت لوگوں کو کچھ کھانے کے لیے پیش کیا جائے، اور اس کے بعد لوگ وہاں سے چلے جائیں۔ ایسا کرنا بدعتِ حسنہ میں سے ہے، جس کے کرنے والے شخص کو ثواب پہنچتا ہے کیونکہ ایسا کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے خوشی و سرور کا اظہار ہوتا ہے۔ (حسن المقصد فی عمل المولد، ج:۱، ص:۲۲۱)

۔۔۔امام ابن جوزی علیہ الرحمہ محافل میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرنے کے متعلق رقمطراز ہیں:

مِنْ خواصه أنَّهُ اُمانٌ فِی ذٰلِکَ الْعَامِ وبُشریٰ عَاجِلَةٌ بِنَیْلِ الْبُغْیَةِ وَالْمَرَامِ (السیرة الحلبیه، ج:۱،ص:۱۲۴)

مولد النبی ﷺ کی محافل سجانے کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُس سال امن و سکون رہتا ہے اور اپنے مقاصد واھداف کے حصول کے لیے جلدی معلوم ہونے والی ایک خوشخبری حاصل ہوتی ہے۔

۔۔۔حافظ سیوطی علیہ الرحمہ سے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ ایک دلچسپ قول نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ شیخ الاسلام حافظ العصر، امام ابوالفضل ابن حجر علیہ الرحمہ سے مولد النبی ﷺ کی محفل منعقد کرنے کے متعلق پوچھا گیا کہ ایسی محافل منعقد کرنا کیسا ہے؟ تو امام ابن حجر علیہ الرحمہ نے یوں جواب دیا:۔۔۔

دراصل محافل میلاد النبی منعقد کرنا 'بدعت' ہے، اور قرونِ ثلاثہ میں کسی سلف صالح سے ایسا عمل منقول نہیں، لیکن اِس کے باوجود محافل میلاد شریف منعقد کرنے میں محاسن بھی ہیں اور عدم محاسن بھی! جو شخص ایسی محافل کے سجانے میں محاسن واچھے بابرکت اعمال کو ترجیح دے اور ایسی بابرکت محافل سجانے میں افعال قبیح سے تجاوز نہ کرے، تو ایسے شخص کا اہتمام کرنا 'بدعت حسنہ' میں شامل ہوگا۔

اور اس کے لیے میرے پاس ایک حدیثِ نبوی بھی ثابت ہے جس حدیث نبوی کو بخاری و مسلم نے روایت کیا بے شک حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے مدینہ منورہ کے یہود کو دیکھا: کہ وہ یوم عاشوراء (دس ۱۰ محرم الحرام) کا روزہ رکھتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ دس ۱۰ محرم کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو یہودیوں نے عرض کیا۔۔۔**هُوَ یَوْمٌ أغْرَقَ اللّٰهُ فِیْهِ فِرْعَوْنَ وَنَجّٰی مُوْسٰی فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ شُكْراً لِلّٰهِ**۔۔۔یہ ایسا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی، لہٰذا اِسی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کے لیے دس ۱۰ محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ (صحیح البخاری:۳۳۹۷، صحیح مسلم:۱۱۳۰)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حصولِ نعمت کی وجہ سے احسان حاصل ہونے پر شکر اَدا کرنے کا عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب کو دُور کرنا کتنا اچھا عمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن خوشی وسرور کا اظہار کرنے سے بڑھ کر اور کون سی نعمت عظیم ہوسکتی ہے؟ کیونکہ ولادت باسعادت کے دن تو نبی رحمت تشریف لائے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ محافل میلاد شریف کا انعقاد کرنا اِس وجہ سے ہے، معلوم ہوا کہ محافل میلاد کا اہتمام کرنا جائز عمل ہے۔ البتہ محافل میلاد النبی ﷺ میں جو افعال کیے جائیں اُن کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسے ہونے چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ کے شکر اَدا کرنے کا مفہوم سمجھ میں آئے، مثلاً: قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، حاضرین کو کھانا کھلایا جائے صدقہ کیا جائے اور حضور اکرم ﷺ کی مدح سرائی میں نعت خوانی کی جائے، اِسی طرح زہد وتقویٰ پرمبنی اشعار پیش کیے جائیں جن کی وجہ سے دِل خیر و

برکت والے افعال اورآخرت کی تیاری کرنے کی طرف مائل ہوں۔(حسن المقصد فی عمل المولد،ج:۱،ص:۲۲۹)

۔۔۔امام ابن عابدین علیہ الرحمہ قمطراز ہیں:

إِعْلَمْ أَنَّ مِنَ الْبِدْعِ المحمُوْدَةِ عَمَلُ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ مِنَ الشَّهْرِ الذِیْ وُلِدَ فِيْهِ صلى الله عليه و آله وسلم (شرح ابن عابدین علیٰ مولد ابن حجر الهيتمی)

تو جان کہ بدعتِ محمودہ میں سے اس ماہ میں میلاد شریف کی محفل کرنا یقینی بات ہے جس ماہ میں رسالت مآب ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔

۔۔۔شیخ عماد الدین بن احمد حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

محافل میلاد النبی ﷺ کے بارے میں علماء عاملین، صلحاء وعارفین کے بہت سے اقوال ہیں، اُن سب کو احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا، اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ ایسی بابرکت محافل بدعت ہیں اور وہ بطور دلیل مندرجہ ذیل روایت پیش کرے۔۔۔ كُلُّ مَحدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔۔۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے تو واضح رہے کہ ایسا شخص ہر اُس شخص کو جہنمی جانتا ہے جو میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کرتا ہے۔ایسا شخص حدیثِ رسول ﷺ کے مفہوم کو سمجھ نہیں سکا اور اُس نے علمِ دین کا ذائقہ بھی نہیں چکھا بلکہ اُس کو دین اسلام کی معرفت ہی حاصل نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ حدیثِ نبوی کی معرفت عطا فرمائے۔ہم نے تو سابقہ حدیثِ نبوی کی صحیح صحیح تعریف کر دی، اللہ تعالیٰ صحیح عمل کی طرف توفیق عطا فرمانے والا ہے۔



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۲۹﴾

﴿اسراء ومعراج﴾

۔۔۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُتِيتُ بِـالْبُرَاقِ،(وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ، فَوْقَ الْحِمَارِ،وَدُونَ الْبَغْلِ .يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ) قَالَ:فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ .قَالَ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِى يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ .قَالَ:ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ .ثُمَّ خَرَجْتُ، فَجَاءَ نِى جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ .فَقَالَ جِبْرِيلُ:اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ، ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ :مَنْ أَنْتَ ؟ قَالَ:جِبْرِيلُ قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ:مُحَمَّدٌ.قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ.فَرَحَّبَ بِى وَدَعَا لِى بِخَيْرٍ .ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ :مَنْ أَنْتَ ؟ قَالَ:جِبْرِيلُ، قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ:مُحَمَّدٌ، قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا،فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، فَرَحَّبَا، وَدَعَوا لِى بِخَيْرٍ، ثُمَّ عَرَجَ بِى إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ:مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ قَالَ:مُحَمَّدٌ قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ، فَرَحَّبَ، وَدَعَا لِى بِخَيْرٍ، ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قِيلَ :مَنْ هَذَا ؟ قَالَ :جِبْرِيلُ قِيلَ:وَ مَنْ مَعَكَ قَالَ :مُحَمَّدٌ قَالَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ، فَرَحَّبَ، وَدَعَا لِى بِخَيْرٍ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَرَفَعْنَاهُ مَكَاناً عَلِيّاً، ﴿مریم: ۵۷﴾ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ :مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ قَالَ :مُحَمَّدٌ قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ، فَرَحَّبَ، وَدَعَا لِى بِخَيْرٍ، ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ:مَنْ هَذَا ؟ قَالَ:جِبْرِيلُ قِيلَ:وَمَنْ مَعَكَ قَالَ:مُحَمَّدٌ قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا،فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى،فَرَحَّبَ،وَدَعَا لِى بِخَيْرٍ،ثُمَّ عَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ :مَنْ هَذَا ؟ قَالَ :جِبْرِيلُ قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ:مُحَمَّدٌ قِيلَ:وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟قَالَ:قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ مُسْنِدًا

ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، قَالَ: فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ، تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحَى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ، قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي، فَقُلْتُ: يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، فَقُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْسًا، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَبَيْنَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام حَتَّى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا، لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً، قَالَ: فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ. (صحیح مسلم:۱۶۲)

۔۔۔حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ: بیشک رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے بُراق لایا گیا، بُراق خچر سے چھوٹا اور دراز گوش سے بڑا ایک طویل اور سفید رنگ کا جانور ہے، بُراق اپنے پاؤں (کھر) نظر کی انتہا تک رکھتا ہے فرمایا: میں بُراق پر سوار ہوا، حتیٰ کہ میں 'بیت المقدس' پہنچا اور میں نے اُس کو اُس جگہ پر باندھا جس جگہ پر انبیاء (علیہم السلام) اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ فرمایا: پھر میں مسجد میں داخل ہوا، مسجد میں، میں نے دو ۲ رکعت اَدا کیں پھر میں مسجد سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ جبریل (علیہ السلام) میرے لیے دو ۲ برتن لائے تھے۔ ایک برتن میں شراب اور دوسرے برتن میں دودھ تھا، میں نے دودھ کے برتن کو قبول کیا تو حضرت جبریل (علیہ السلام) نے کہا: آپ نے فطرت کو منتخب فرمایا ہے پھر وہ مجھے لے کر آسمان کی طرف پرواز کرنے لگے، جب پہلے آسمان کے دروازے پر پہنچے تو حضرت جبریل (علیہ السلام) نے دستک دی اندر سے آواز آئی: آپ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میں جبریل ہوں، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: میرے ساتھ حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ کہا گیا: کیا اُن کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا۔۔۔جی ہاں! اُن کو بلایا گیا ہے۔

تب ہمارے لیے پہلے آسمان کا دروازہ کھولا گیا، میں نے دیکھا کہ وہاں پر حضرت آدم (علیہ السلام) کھڑے ہیں، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و بھلائی کی دُعا کی۔ پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) مجھ کو لے کر دوسرے

آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے دوسرے آسمان کے دروازے کو دستک دی تو اُن سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میں جبریل (علیہ السلام) ہوں، پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: میرے ساتھ حضرت محمد ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا۔۔۔ جی ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔

تب ہمارے لیے دوسرے آسمان کا دروازہ کھولا گیا، میں نے دیکھا کہ میں اپنی خالہ کے دو[۲] بیٹوں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا کے پاس کھڑا ہوں۔ اِن دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دُعا کی۔ پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے تیسرے آسمان کے دروازے کو دستک دی تو اُن سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا۔۔۔ میرے ساتھ حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا اُن کو مدعو کیا گیا ہے؟ فرمایا ۔۔۔ جی ہاں! اُن کو بلایا گیا ہے۔

پھر ہمارے لیے تیسرے آسمان کا دروازہ کھولا گیا، میں نے دیکھا کہ وہاں پر حضرت یوسف (علیہ السلام) کھڑے ہیں۔ اُن کو آدھا حسن عطا کیا گیا، انہوں نے ہمیں مرحبا (خوش آمدید) کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دُعا کی۔

پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے چوتھے آسمان کے دروازہ کو دستک دی تو اُن سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟، فرمایا۔۔۔ میرے ساتھ حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا اِن کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا ۔۔۔ جی ہاں! اِن کو بلایا گیا ہے۔ تب ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا، میں نے دیکھا کہ اچانک وہاں پر حضرت ادریس علیہ السلام کھڑے تھے، انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و بھلائی کی دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔۔۔ ﴿۱۹:۵۷﴾ اور ہم نے اُسے بلند مکان پر اُٹھا لیا۔

پھر حضرت جبریل امین (علیہ السلام) مجھ کو لے کر پانچویں آسمان کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے پانچویں آسمان کے دروازہ کو دستک دی تو اُن سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔ پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا۔۔۔ میرے ساتھ حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا اِن کو بلایا گیا ہے؟، فرمایا۔۔۔ جی ہاں! ان کو بلایا گیا ہے، میں نے دیکھا تو وہاں پر حضرت ہارون علیہ السلام کھڑے ہیں اور انہوں نے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دُعا کی۔

پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) مجھ کو لے کر چھٹے آسمان کی طرف روانہ ہوئے، حضرت جبریل (علیہ السلام) نے چھٹے آسمان کے دروازہ پر دستک دی، کہا گیا: دروازے پر کون ہے؟ فرمایا۔۔۔ جبریل! کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا ۔۔۔ حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہیں! کہا گیا: کیا اِن کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا۔۔۔ جی ہاں! اِن کو بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا، اچانک دروازہ پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کھڑے تھے، انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمارے لیے خیر و برکت کی دُعا فرمائی۔

پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) مجھ کو لے کر ساتویں آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے ساتویں آسمان کے دروازے پر دستک دی، پس کہا گیا: دروازہ پر کون ہے؟ فرمایا۔۔۔ جبریل (علیہ السلام) ہے۔ کہا گیا: کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا اِن کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا۔۔۔ جی ہاں! اِن کو بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ وہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کھڑے تھے، انہوں نے اپنی کمر مبارک کو بیت المعمور کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ بیت المعمور ایسی جگہ ہے جہاں پر روزانہ ستر ۷۰ ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر دوبارہ اُن کو یہاں داخل ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

پھر وہ میرے ساتھ 'سدرۃ المنتہیٰ' کی طرف گئے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں، جبکہ 'سدرۃ المنتہیٰ' درخت کے پھل، قِلال (کالے رنگ والا کالی مرچ) کی طرح ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: کہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکمِ مبارک سے، جس چیز نے غالب آنا تھا وہ چیز غالب آ گئی، یکدم ماحول بدل گیا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی ایک بھی اِس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ وہ اُس قدرتی حسن کے شاہکار کا نظارہ کر سکے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو وحی فرمانا چاہی وہ وحی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دن و رات میں پچاس ۵۰ نمازیں میرے اوپر فرض کر دیں۔

جب میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض فرمایا؟ میں نے کہا۔۔۔ پچاس ۵۰ نمازیں! حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا۔۔۔ آپ اپنے رب کی طرف دوبارہ تشریف لے جائیں اور نمازوں میں تخفیف فرمائیں، بے شک آپ کی امت پچاس ۵۰ نمازیں اَدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، کیونکہ میں نے بنی اسرائیل کو اِس طرح آزمایا ہے اور اُن کو نماز اَدا کرنے کی خبر دی تھی۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: لہٰذا میں اپنے رب کی طرف دوبارہ حاضر ہوا اور میں نے نمازوں میں تخفیف کرنے کی عرض کی، تو اللہ تعالیٰ نے میری امت سے پانچ ۵ نمازوں کی کمی فرما دی۔ تو جب میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس لَوٹا تو میں نے کہا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ ۵ نمازوں کی تخفیف فرما دی۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی: بے شک آپ کی امت ان نمازوں کے اَدا کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتی، آپ اپنے رب کی بارگاہِ اقدس میں دوبارہ حاضر ہوں اور ان نمازوں میں مزید تخفیف کروائیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس بار بار آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَے محمد! اب ہر دن رات میں صرف اور صرف پانچ ۵ نمازیں ہیں، ہر ایک نماز اَدا کرنے کا دس ۱۰ نمازیں اَدا کرنے کے برابر ثواب ہے، اس طرح پچاس ۵۰ نمازیں بن جاتی ہیں۔ اور جس شخص نے نیکی کرنے کا ارادہ کیا اور وہ نیکی نہ کر سکا تو اُس کے نامہء اعمال میں دس ۱۰ نیکیوں کا ثواب لکھ دیا جائے گا، اور اگر کسی شخص نے گناہ کرنے کا ارادہ کیا اور وہ گناہ نہ کر سکا تو اُس کے نامہء اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا، اور اگر وہ گناہ کا ارتکاب کرے تو اُس کے نامہء اعمال میں صرف ایک گناہ لکھ دیا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ جب میں بارگاہِ الٰہی سے واپس آیا تو میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس

آیااور اُن کو جملہ صورتحال سے مطلع فرمایا، تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا۔۔۔اب دوبارہ اپنے پروردگار کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوں اور تخفیف کے بارے میں عرض کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔۔۔ میں اپنے رب کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا رہا، اب مجھے اُس کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر مزید تخفیف کروانے سے حیا آتی ہے۔ (مسلم شریف:۱۵۲)

۔۔۔تشریح۔۔۔ اِسراء و معراج کے سفر کے متعلق حدیثِ نبوی گزر چکی، اسراء کا معنیٰ ہے: 'رات کے وقت سفر کرنا'۔۔۔ اور معراج کا معنی ہے: حضور ﷺ کا بلند و بالا آسمانوں کی طرف تشریف لے جانا۔

اِسراء کا سفر کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، لہٰذا جس شخص نے اِسراء کا اِنکار کیا اُس شخص نے کفر کیا، جبکہ معراج النبی ﷺ صحیح احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ معراج کا سفر 'مسجد اقصیٰ' سے لے کر سات آسمانوں کی طرف تشریف لے جانا اور پھر وہاں سے 'سدرۃ المنتہیٰ' کی طرف تشریف لے جانا، جہاں پر 'جنت الماویٰ' ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ معراج خبر واحد سے ثابت ہے۔ معراج کا اِنکار کرنے والا شخص 'فاسق' کہلائے گا، اور 'کفر' کرنے کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

۔۔۔ملا علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب 'الخلاصۃ' میں رقمطراز ہیں:

اگر کوئی شخص معراج کا اِنکار کرتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس شخص نے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانے کے رات کے سفر 'اسراء' کا اِنکار کیا ہے تو وہ شخص 'کافر' ہو گیا، لیکن اگر اُس نے بیت المقدس سے آگے کے سفر 'معراج' کا اِنکار کیا تو وہ کافر نہیں ہو گا، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اسراء حرمِ مکہ سے حرم بیت المقدس تک کا سفر ایسی آیتِ قرآنیہ سے ثابت ہے جو آیت 'قطعیۃ' 'الدلالۃ' ہے جبکہ معراج کا آسمانی سفر سنتِ نبوی سے ثابت ہے جو ظنیّ روایت و درایت کو شامل ہے۔

(شرح الفقہ الاکبر، ص:۱۶۵۔۱۶۶)

۔۔۔اِسراء و معراج کا سفر حضورِ اکرم ﷺ کے روح و جسد دونوں کے ساتھ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سُبۡحَانَ الَّذِیۡ أَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلاً ﴿۱:۱۷﴾ پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا

(عبد) سے مراد روح اور جسد دونوں ہوتے ہیں، اور اِسی طرح اِسراء و معراج کے سلسلہ میں محافل منعقد کرنا، دیگر دینی اسلامی مناسبات، مثلاً: میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر محافل منعقد کرنا جائز ہیں، اور ایسی محافل سجانے میں اجر و ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ مشہور ہے کہ ایسی محافل میں حضور اکرم ﷺ کے شمائل، معجزات اور درود شریف کے تذکرے کیے جاتے ہیں۔ کثرت کے ساتھ قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ نبویہ سنائی جاتی ہیں، ہم نے بھی، مولد النبوی شریف کے متعلق وافر مقدار میں دلائل بیان کر دیئے اور اِسی طرح ہم نے 'بدعتِ حسنہ' اور 'بدعتِ سیئہ' کے متعلق بھی وضاحت لکھ دی، جس شخص کی تمنا ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اللہ تعالیٰ بھلائی والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نوٹ۔۔۔ الحاوی للفتاویٰ (۱/۱۹۷) میں امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ ایک بزرگ شیخ ابو الطیب محمد بن ابراہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ بارہ ۱۲ ربیع الاول کو ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے تو وہاں کے انچارج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔۔۔ "اے فقیہ! آج خوشی کا دن ہے لہٰذا آج بچوں کو چھٹی دے دو" (مترجم)

﴿حدیث نبوی ﷺ ---۳۰﴾

﴿نصف شعبان کی رات﴾

---عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا، وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ :أَلَا مَنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ، أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ، أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ، أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ (سنن ابن ماجہ:۱۳۸۸)

---حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب نصفِ شعبان کی رات آئے تو تم اُس رات کو قیام کرو، اُس کے دن کو روزہ رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُس رات کے سورج غروب ہونے سے آسمانِ دُنیا پر تجلی فرماتا ہے، اور فرماتا ہے۔۔۔ ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا تو میں اُس کو بخش دوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا تو میں اُس کو رزق عطا کروں، ہے کوئی مصیبت و بلا میں گرفتار، تو میں اُس کو عافیت عطا فرماؤں، ہے کوئی اِس طرح کا بندہ، ہے کوئی اِس طلب کا بندہ؟ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔

---تشریح---شیخ عمادالدین رقمطراز ہیں: کہ آخرت کا طلب گار شخص نوافل اَدا کرنے کے موقع کو غنیمت سمجھتا ہے اور پندرہ شعبان کی اس بابرکت رات میں قیام اللیل کرتا ہے، کثرت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور ذکر واذکار کرتا ہے، دُعا کے ذریعہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ طاعت و بندگی اور نوافل اَدا کرنے کی طرف شریعت نے ترغیب دی ہے، لہٰذا واضح ہوا کہ حدیثِ مذکورہ اور دیگر احادیثِ نبویہ میں اس رات کو عبادت کے لیے خاص کرنا مستحسن عمل ہے۔ اس رات کی فضیلت کے بارے میں احادیثِ نبویہ میں سے بعض درج ذیل ہیں:

---حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاشانہءِ اقدس میں غیر حاضر پایا، تو میں آپ کی تلاش میں جنت البقیع پہنچ گئی، میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا ہوا تھا اور مجھ سے فرمایا۔۔۔ کیا تم کو خوف تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول تمہارے ساتھ اچھا نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اپنی دیگر ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعَرِ غَنَمِ كَلْبٍ (مسند امام احمد: ۲۶۰۱۸، سنن ترمذی: ۷۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۹)

بے شک اللہ ﷻ شعبانِ معظم کی آدھی رات کو آسمان دُنیا پر ظہور فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گناہ گاروں کی مغفرت فرما دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔

يَطَّلِعُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا لِاثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ، وَقَاتِلِ نَفْس (مسند احمد:۶۶۴۲)

اللہ ﷻ شعبانِ معظم کی نصف رات کو اپنی مخلوق کے لیے اپنا جلوہ ظاہر فرماتا ہے، دو بندوں کے علاوہ تمام کی بخشش فرما دیتا ہے۔ ایک وہ شخص جو عداوت کرنے والا ہو اور دوسرا وہ شخص جو کسی کو ناحق قتل کرنے والا ہو۔

۔۔۔ایک اور روایت جس میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

خَمْسُ لَيَالٍ لا تُرد فيهنَّ الدعوة :أوَّلُ ليلةٍ مِّنْ رَجَب، ولَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، ولَيْلَةِ الجُمعَةِ، ولَيْلَةِ الفِطْرِ، ولَيْلَةِ النَحر (تاريخ دمشق لابن عساكر،ج:۱۰،ص:۴۰۸)

معلوم ہوا کہ نصف شعبان معظم کی رات، اسراء و معراج کی رات، مولد النبی ﷺ کی رات، اور اس طرح کی دین اسلام سے منسوب راتیں اور ان میں نفلی عبادت کرنا جائز ہے، بلکہ ان بابرکت راتوں میں عبادت کرنے والوں کو اجر و ثواب بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ ان راتوں میں نوافل اَدا کرتے ہیں، ذکر و اذکار کرتے ہیں، اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۳۱﴾

﴿خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنا﴾

۔۔۔عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی فَإِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِی (صحیح البخاری: ۱۱۰، صحیح مسلم: ۲۲۶۶)

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے خواب میں میری زیارت کی، یقیناً اُس شخص نے میری ہی زیارت کی،
بے شک شیطان میری صورتِ (مبارکہ) بنا کر نہیں آ سکتا۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ 'فتح الباری شرح صحیح بخاری' میں رقمطراز ہیں:
کہ علامہ مازری نے کہا کہ اِس حدیثِ نبوی کی تاویل بیان کرنے کے متعلق محققین کا اختلاف ہے۔ قاضی ابوبکر بن طیب کا مؤقف ہے کہ۔۔۔مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ اُس شخص نے صحیح دیکھا جو خواب میں دیکھا۔ اُس نے ایسا خواب نہیں دیکھا جو خواب غیر واضح ہو، اُلجھا ہوا خواب ہو، اور نہ ہی اُس شخص نے شیطان کی تشبیہات جیسا خواب دیکھا۔ اور اس بات کی تصدیق مذکورہ حدیثِ نبوی کا یہ جملہ بھی کرتا ہے۔۔۔فقد رای الحق۔۔۔یقیناً اُس شخص نے حق کو دیکھا۔ اور حدیثِ نبوی کا یہ جملہ۔۔۔فَإِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِی۔۔۔یقیناً شیطان میری صورتِ (مبارکہ) بنا کر نہیں آ سکتا۔ اِس سے مراد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس شخص نے کوئی اُلجھا ہوا، بکھرا ہوا، اور غیر صاف وغیر واضح خواب نہیں دیکھا، بلکہ اُس نے جو خواب میں دیکھا وہ صحیح دیکھا۔

۔۔۔پھر علامہ مازری علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں:
کہ دوسرے علماءِ کرام یہ کہتے ہیں کہ حدیث نبوی اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوگی۔ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی، یقیناً اُس نے آپ ﷺ کا ہی ادراک کیا، اور اس معنی کو سمجھنے میں کوئی رکاوٹ و مانع نہیں جو منع کرے۔ نہ ہی عقل کوئی حیل و حجت کر سکتی ہے کہ اس کا ظاہری معنی یہ نہیں کوئی اور ہے۔ البتہ کبھی کبھار آپ ﷺ کو آپ کی صفت کے علاوہ کسی اور صفت میں دیکھا جاتا ہے ۔۔یا۔۔ کبھی کبھی دو مختلف جگہوں پر دیکھا جاتا ہے، تو ایسا خواب دکھائی دینا آپ کی صفت کے خلاف ہے۔ صفت کبھی برعکس بھی خیال میں آ سکتی ہے کیونکہ بعض خیالات ایسی صورت اختیار کر جاتے ہیں جن کو دیکھا جا سکے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات اُس چیز کا خیال آتا ہے جس کو عمومی طور پر دیکھا جا سکے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ایسی ذاتِ گرامی ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ کی صفات ایسی

صفات ہیں جن کو خیال میں تولایا جاسکتا ہے مگر اُن صفات کو دیکھا نہیں جاسکتا، اور کسی چیز کا اِدراک کرنے میں شدت بصارت کا ہونا شرط نہیں، فاصلوں کا قریب ہونا شرط نہیں، اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ جس چیز کو دیکھا جارہا ہے وہ چیز روئے زمین پر موجود ہو۔۔۔یا۔۔۔پھر مدفون ہو، لیکن یہ شرط لازمی ہے کہ اُس چیز کا وجود ہو، وہ چیز موجود ہو، جبکہ حضور اکرم ﷺ کا جسم اقدس، صحیح روایات کے مطابق صحیح سلامت ہے اور اُس کے فناء ہوجانے کے بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو مختلف اوصاف میں دیکھنا، اِس سے تعبیر خواب کی دلالت کے مختلف ہونے کی ہے۔جیسا کہ بعض 'تعبیر الرؤیاء' کے علماء نے کہا۔۔۔اگر کسی شخص نے حضور اکرم ﷺ کو عمر رسیدہ صورت میں دیکھا تو اُس خواب کی تعبیر اُس سال کے صحیح وسالم طریقہ سے گزرنے کا اشارہ ہے۔اور اگر کسی شخص نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جوان ہیں، تو اُس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اُس شخص کا وہ سال جنگ وجدل والا سال رہے گا۔اِسی طرح آپ ﷺ کے اقوال کے متعلق مفہوم وتعبیر مختلف ہوگی، مثلاً: اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کسی شخص کو ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں جس شخص کو قتل کرنا حلال نہیں، تو اُس خواب کی تعبیر یہ ہوگی کہ خیالی صفت والی حالت نظر آئی ہے، اور ایسی صفت حالت نظر نہیں آئی جو صفت آنکھوں سے دیکھی جاسکے۔

۔۔۔قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کہا:

کہ یہ بھی احتمال کیا جاسکتا ہے کہ اس حدیثِ مبارکہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اگر کسی شخص نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ اُس حالت میں ہیں جس حالت ووصف میں آپ ﷺ حیاتِ مبارکہ ظاہرہ میں تھے تو ایسے خواب کی تعبیر ہوگی، اور اگر اِس کے برعکس دیکھا تو پھر ایسے خواب کی تاویل کی جائے گی کیونکہ حقیقی حالت خواب میں دکھائی نہیں گئی۔بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن کی تعبیر ہوتی ہے اور بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن کی تاویل ہوتی ہے اور تعبیر نہیں ہوتی۔

۔۔۔لیکن امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

کہ جو بات قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کہی ہے وہ ضعیف ہے۔اور صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حقیقت میں زیارت ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ خواب میں وہ زیارت آپ ﷺ کی کسی معروف وصف میں ہوتی ہو یا کسی غیر معروف وصف میں، جیسا کہ اس کا ذکر علامہ مازری علیہ الرحمہ نے بھی کیا۔(الباری بشرح صحیح البخاری، ج:۱۲، ص:۳۸۶)

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کہ ایک مرتبہ حمزہ زیات نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں وہ روایت پیش کی جو روایت انہوں نے شیخ ابان سے سنی تھی، لیکن حمزہ زیات نے چند روایات ہی صحیح پائیں۔قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔۔۔کہ ایسا تصدیقی خواب اور اس طرح کے دیگر خواب بطورِ انس ومحبت اور بطورِ اظہار ہوتے ہیں اور اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ ابان سے ضعیف روایات بھی مروی ہوتی ہیں، اور اس خواب سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ خواب کی وجہ سے شیخ ابان سے روایت کرنا منع ہے، اور نہ ہی یہ سمجھا جائے ایسے خواب کی وجہ سے ایسی سنت نبوی باطل ہو جائے گی جو ثابت تھی، اور نہ ہی یہ سمجھا جائے گا کہ ایسے خواب کی وجہ سے کوئی ایسا عمل سنتِ نبوی بن جائے گا جو عمل پہلے سنتِ نبوی نہیں تھا۔اور اِن تمام باتوں پر علماء کرام کا اِجماع ہے۔یہ مؤقف قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ کا ہے اور اِن کے

علاوہ ہمارے علماءِ احناف وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے، اور اِس بات پر اجماع ہے کہ ایسا عمل مبارک جس کو شریعت اسلامیہ نے ثابت کیا ہوا ہے، وہ عمل کسی خواب کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوگا۔

اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ کلمات، حدیثِ نبوی ۔۔۔من رآنى فى المنام فقد رآنى۔۔۔کے خلاف ہیں، کیونکہ حدیثِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جانا ایسا عمل ہے جو صحیح ہے اور یہ خواب ایسے خواب میں سے نہیں ہوتا جو خواب الجھے ہوئے ہوں، غیر واضح ہوں، اور شیطانی خواب ہوں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ایسا بابرکت خواب کسی شرعی حکم کو ثابت نہیں کر سکتا، اِس کی وجہ یہ ہے کہ نیند کی حالت، بیداری کی حالت کے برابر نہیں ہوتی۔ ایسی حالت تحقیقی بات سننے کی حالت میں بھی نہیں ہوتی، اور اِس بات پر علماءِ کرام کا اتفاق ہے کہ حالتِ بیداری والے شخص کی شہادت و روایت قبول کی جائے گی جبکہ غافل شخص، کمزور حافظے والا، بہت زیادہ اغلاط کرنے والا، بکھرے ہوئے حافظے و دماغ والا، اور حالتِ نیند والے شخص کی روایت و شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ حالتِ نیند میں محو ہونے والے شخص کا حافظہ بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ بہر کیف اگر کسی شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خواب میں اِس طرح زیارت کی کہ آپ نے اُس شخص کو مستحب فعل کرنے کا حکم دیا۔۔۔یا۔۔۔کسی شرعی ممنوع کام سے منع فرمایا۔۔۔یا۔۔۔کسی مصلحت والے فعل کے ارتکاب کرنے کا حکم دیا، تو ایسے احکام پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ جملہ امور، شریعت کے مطابق ہیں، اُن کے بارے میں صرف خواب میں حکم جاری نہیں ہوا بلکہ اُن کی اصل شریعت میں ثابت ہے۔ (واللہ اعلم) (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۱،ص:۱۱۵)

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حالتِ بیداری میں اُن کی زیارت کی جائے، جبکہ حالتِ بیداری میں یہ بابرکت زیارت اُس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس شخص نے عالم خواب میں اُن کی زیارت کی ہو۔ حالتِ بیداری میں زیارت کا نصیب ہو جانا حالتِ خواب میں ہونے والی زیارت کی برکت کی وجہ سے ممکن ہے۔ اور ایسے مقام پر اولیاء اللہ، صالحین اور باعمل علماء کرام ہی پہنچتے ہیں، بلکہ اہل فضل اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ایسی ہے جو جب چاہے بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضر ہو جاتی ہے۔ اور اُن میں سے امام ابوالحسن شاذلی، آپ کے تلمیذ رشید شیخ ابوالعباس مُرسی، مختصر بخاری کے شارح عارف ابن ابی حمزہ، اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ شامل ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اُن کے راستہ پر چلائے اور اُن جیسی ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

امام نووی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت عالَم خواب میں صرف صالحین کے ساتھ خاص ہے۔۔۔یا۔۔۔صالحین اور اُن کے علاوہ غیر صالحین بھی زیارت کر سکتے ہیں؟، تو امام نووی علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ ایسی بابرکت زیارت صالحین اور غیر صالحین، دونوں کے لیے ممکن ہے۔ (فتاوی الامام النووی، ص:۱۹۹)

جو اعمال حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنے میں مددگار ہوتے ہیں اُن میں سے کثرت کے ساتھ درود و سلام بھیجنا، آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ قلبی میلان، کثرت کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کرنا، اور آپ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۳۲﴾
﴿توسُّل طلب کرنا﴾

۔۔۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی الله عنه:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ :(اللّٰهُـمَّ إِنَّـا كُـنَّـا نَتَوَسَّلُ إِلَيْکَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْکَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا) قَالَ:فَيُسْقَوْنَ. (صحیح البخاری:۱۰۱۰)

۔۔۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کہ یقیناً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط پڑ جانے کی صورت میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہء جلیلہ سے بارش کی دُعا کرتے تھے اور فرماتے۔۔۔اَے ہمارے پروردگار! بے شک ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کریم ﷺ کا وسیلہء جلیلہ پیش کرتے ہیں، پس تو ہم کو بارش عطا فرما؟ اور ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، لہٰذا تو ہم کو بارانِ رحمت عطا فرما؟۔۔۔راوی کہتے ہیں کہ لوگوں پر بارانِ رحمت نازل ہو جاتی تھی۔

۔۔۔تشریح۔۔توسُّل ،عربی لغت میں وَسَلَ ، تَوَسَّلَ ، وَسِیلَة ، توسُّلاً، توسِیلاً بمعنیٰ قریب ہو جانے کے ہے، جبکہ 'وسیلہ' کی تعریف عربی لغت میں یوں ہوگی:

هِیَ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ إِلَى الْغَيْرِ (الصحاح للجوہری)

وسیلہ اُس شئے کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کا قرب حاصل کیا جاتا ہے

۔۔۔وسیلہ کی دوسری تعریف یہ ہے:

مَا يُتَوَصَّلُ بِهٖ إِلَى الشَّیءِ وَيُتَقَرَّبُ بِهٖ (النہایہ لابن عثیر، ج:۵،ص:۱۸۵)

وسیلہ وہ شئے ہے جس کی وجہ سے کسی دوسری شئے کا قرب حاصل ہو اور اُس کے پاس پہنچا جائے

۔۔۔اللہ تعالیٰ کے فرمان:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴿۵:۳۵﴾

۔۔۔کی تفسیر کے ضمن میں حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں:

اَلْوَسِيْلَةُ هِیَ الَّتِیْ يُتَوَصَّلُ بِهَا إِلٰى تَحْصِيْلِ الْمَقْصُوْدِ (تفسیر ابن کثیر، ج:۲،ص:۷۴)

وسیلہ اُس چیز کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے مقصود تک رسائی حاصل ہو

۔۔۔سلف صالحین کی ایک جماعت نے وسیلہ کی تفسیر میں قرب حاصل ہونے کا معنیٰ نقل کیا ہے۔

اصطلاحی تعریف۔۔۔سُؤَالُ اللّٰهِ تعالٰى وَدُعَاءُهٗ بِمُعَظَّمٍ عِنْدَهٗ سُبْحَانَهٗ،تُوَصَّلاً إِلٰى إِجَابَةِ الدُّعَاءِ وَانْقِضَاءِ الْحَاجَةِ۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں سوال کرنا اور دُعا کرنا اُس کی پاکیزہ ذات کے ہاں بڑا عظیم عمل ہے تاکہ حاجت روائی ہو اور دُعا قبول ہو۔

'توسل' دُعا کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ مقصودِ اصلی اللہ ﷻ کی ذات ہے۔ اُس کی ذات عزت والی، جلال و بزرگی والی ہے۔ اُس کی ذات ایسی ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور جس کو پکارا جاتا ہے، دُعا کی جاتی ہے۔

مُتَوَسَّل بِہٖ ۔۔۔ سے مراد وہ ذات ہوتی ہے، جس سے اُس کے مرتبہ وعزت کی وجہ سے کسی چیز تک پہنچنے کی امید کی جائے ۔۔یا۔۔ اُس ہستی کے پاس اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہو۔ معلوم ہوا جس چیز کو بطور وسیلہ پیش کیا جائے اُس کی وجہ سے دُعا کی قبولیت حاصل ہوتی ہے، حاجت روائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں بطورِ وسیلہ پیش کرنے والی اشیاء میں سے اُس کی صفات، اُس کے اسماء الحسنٰی شامل ہیں۔ اور اِسی طرح اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ پیش کیا جاتا ہے، جس طرح اُن تین ۳ افراد کا واقعہ جن پر غار بند ہو گیا تھا، تو انہوں نے اپنے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے غار کا منہ کھول دیا اور وہ آسانی سے باہر نکل گئے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۲)

اِسی طرح اُن ہستیوں کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے جن کی اللہ ﷻ کی بارگاہِ اقدس میں حرمت ہو، عزت ہو، مقام و مرتبہ ہو۔

'توسّل' کے جائز ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل جس کو حضرت عثمان بن حنیف ؓ نے روایت کیا کہ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی ۔۔۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دُعا کریں کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔۔۔ اگر پسند کرتے ہو تو میں تمہارے لیے دُعا کرتا ہوں اور اگر پسند کرتے ہو تو پھر تم صبر کرو، تمہارا صبر کرنا تمہارے لیے بہترین عمل ہوگا۔ اُس شخص نے عرض کی ۔۔۔ حضور آپ دُعا فرما دیجئے، تب حضور اکرم ﷺ نے اُس شخص کو فرمایا ۔۔۔ کہ پہلے تم وضو کرو اور خوب اچھے طریقہ سے وضو کرو اور پھر یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی، اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ (مسند احمد: ۱۷۲۴۰، سنن ترمذی: ۳۵۷۸، ابن ماجہ: ۱۳۸۵)

الٰہی! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں، جو رحمت والے نبی ہیں۔ اَے محمد مصطفٰی ﷺ! بے شک میں نے آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے اپنی اس حاجت کے بارے میں اپنے پروردگار کی طرف توجہ حاصل کی تاکہ میری حاجت روائی ہو، مشکل کشائی ہو۔ الٰہی! آپ ﷺ کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔

ایک دوسری روایت میں کچھ کلمات کا اضافہ بھی ہے، جس روایت کو امام طبرانی نے 'المعجم الصغیر' میں ذکر کیا کہ حضرت عثمان بن حُنَیف ؓ نے کہا ۔۔۔ اللہ کی قسم! اس وقت ہم جدا نہ ہوئے تھے کیونکہ ہمارے درمیان گفتگو طویل ہو

گئی تھی، حتی کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا گویا کہ وہ آدمی کبھی نابینا ہی نہیں تھا۔(المعجم الصغیر:۵۰۸)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں افضل ترین وسیلہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کا وسیلہ پیش کرنا ہے، کیونکہ آپ ﷺ تمام مخلوقات میں افضل ترین مخلوق ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوقات میں سے قریب ترین اور عظیم الشان مخلوق ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔جو شخص اپنے گھر سے نماز ادا کرنے کے لیے نکلا، اور اُس شخص نے مندرجہ ذیل کلمات پڑھے:

اَللّٰھُمَّ إنِی أسْألُکَ بِحَقِّ السَّائِلِینَ عَلَیْکَ، وَأسْألُکَ بِحَقِّ مَمْشای ھذا، فَإنِّیْ لَمْ أخْرُجْ أشَراً وَلا بَطَراً، وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَةً، وَخَرَجْتُ اتقاء سَخَطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ، فَأسْألُکَ أنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَأنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ، إنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إلَّا أنْتَ أقبل الله علیه بوجهه واستغفر له سبعون ألف ملک (مسند احمد:۱۱۱۵۶)

الٰہی! یقیناً میں تجھ سے سوال کرنے والے لوگوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اور میں تیری طرف چل کر جانے والی اُس چال کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ یقیناً میں شر کرتے ہوئے، متکبرانہ چال چلتے ہوئے، ریا کاری کرتے ہوئے، اور اپنے متعلق لوگوں کی اچھی باتیں سننے کی غرض وغایت سے نہیں نکلا، بلکہ میں تو اپنے گھر سے اِس وجہ سے نکلا تا کہ تیری ناراضگی سے بچ سکوں اور تیری رضا و خوشنودی مجھے حاصل ہو سکے، لہٰذا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو مجھے آگ کے عذاب سے بچا اور تُو میری خاطر میرے گناہوں سے درگزر فرما، بے شک تُو ہی گناہوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مذکورہ کلمات پڑھنے والے شخص کی طرف نظرِ رحمت سے توجہ فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اُس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

البتہ توسل کے بارے میں سرفہرست حدیثِ نبوی وہ ہے جس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، اُس حدیثِ نبوی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی حدیثِ نبوی کے اس موضوع پر تعلیق لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَیُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْعَبَّاسِ اسْتِحْبَابُ الْاسْتِشْفَاعِ بِأهْلِ الْخَیْرِ وَالصَّلَاحِ وَأهْلِ بَیْتِ النُّبُوَّةِ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج:۲، ص:۴۹۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوت، اصلاح کرنے والے صلحاء اور اہل خیر و برکت کی سفارش و وسیلہ طلب کرنا مستحب ہے۔ اور مذکورہ 'حدیثِ توسل' سے یہ بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرنا اِس وجہ سے تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے چچا ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بطور وسیلہ پیش کیا، اس لیے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تکریم فرمایا کرتے تھے۔

حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۳۳

تبرک حاصل کرنا

عَنْ عَبْدُاللّٰه مَوْلٰی أسماء بنتِ أبی بکر رضی اللّٰه عنهما قَالَ أَرْسَلَتْنِی أَسْمَاءُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَتْ :بَلَغَنِیْ أَنَّکَ تُحَرِّمُ أَشْیَاءَ ثَلَاثَةً: اَلْعَلَمُ فِیْ الثَّوَابِ، وَمَیْثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ، وَصَوْمُ رَجَبَ کُلِّه، فَقَالَ لِیْ عَبْدُاللّٰهِ: أَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ رَجَبَ فَکَیْفَ بِمَنْ یَصُوْمُ الأبد؟ وأَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنَ الْعَلَمِ فِيْ الثَّوْبِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: (اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ مِنْ لَا خَلَاقَ لَه')، فَخِفْتُ أَنْ یَّکُوْنَ الْعَلَمُ مِنْهُ، وَأَمَّا مَیْثَرَةُ الأرْجُوَانِ، فَهٰذِهٖ مَیْثَرَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَاِذَا هِيَ أُرْجُوَان، فَرَجَعْتُ اِلٰی أَسْمَاء فَخَبَّرْتُهَا، فَقَالَتْ :هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَتْ إِلَیَّ جُبَّةً طَیَالِسَةٍ کِسْرَ وَانِیَّةٌ لَهَا لِبْنَةُ دِیبَاجٍ وَفَرْجَیْهَا مَکْفُوفَیْنِ بِالدِّیبَاجِ فَقَالَتْ :هٰذِهٖ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتّٰی قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَلْبِسُهَا فَنَحْنُ نَغْسُلُهَا لِلْمَرْضٰی یُسْتَشْفٰی بِهَا۔ (صحیح مسلم:۲۰۶۹)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تا کہ میری طرف سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ تین ۳ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، جھنڈے کا کپڑا، سواری کے اوپر والا کپڑا جس کپڑے پر سوار بیٹھتا ہے (اونٹ کے کجاوے میں بچھایا ہوا کپڑا)، اور ماہِ رجب کے مکمل روزے رکھنا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَے عبداللہ! آپ نے ماہِ رجب کے متعلق جو ذکر کیا تو یہ بتائیں؟ اُس شخص کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے جو مکمل ماہِ رجب کے روزے رکھتا ہے؟، البتہ جو آپ نے جھنڈے کے کپڑے کے متعلق ارشاد فرمایا تو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

اِنَّمَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ مِنْ لَا خَلَاقَ لَه'

بے شک وہ شخص ریشم پہنتا ہے جس شخص کا کوئی اخلاق نہیں ہوتا

تو میں ڈر گیا، کہ جھنڈا (پرچم) کہیں ریشم کے کپڑے کا نہ ہو، البتہ وہ کپڑا جو جانور والی سواری کے اوپر رکھا جاتا ہے جس کپڑے پر سوار بیٹھتا ہے، تو یہ دیکھیں یہ عبداللہ کی سواری ہے اور یہ دیکھیں اس کے

اوپر کپڑا ہے۔تب میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا اور اِس معاملہ کے بارے میں تفصیل سے اُن کو مطلع کیا، پس حضرت اسماء فرمانے لگیں۔۔۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ہے۔۔۔انہوں نے میری طرف وہ جبہ مبارکہ بڑھایا، وہ جبہ مبارکہ سیاہی مائل رنگت والا اور فارس کے بادشاہوں والا جبہ تھا، جس کی قمیص پر کڑھائی کی ہوئی تھی جبکہ اس کے دونوں آستینوں کے کناروں پر ریشمی سلائی کی گئی تھی۔ پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ جبہ مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، جب حضور اکرم ﷺ نے اِس دُنیا سے پردہ فرمایا تھا، تب اِس جبہ مبارکہ کو میں نے اپنے پاس رکھ لیا، اور حضور نبی کریم ﷺ اِس کو پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اِس کو مریضوں، بیماروں کے لیے دھوتے ہیں، اور وہ اِس کے مبارک پانی سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

۔۔۔تشریح۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

وَفِیْ هٰذا الحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰی اِسْتِحْبَابِ التَّبرُّکِ بِآثَارِ الصَّالِحِيْنَ وَثِيَابِهِمْ

(شرح النووی علی صحیح مسلم، :۱۴، ص:۴۴)

اور یہ حدیثِ مبارک صالحین کے مقامات اور اُن کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنے کے مستحب ہونے پر دلیل ہے۔ جبکہ بخاری و مسلم کی روایت میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان جب آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیا جا رہا تھا تب آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔۔۔أشعرنها إياه يعني إزاره الشريف: وقوله: أشعرنها (صحیح البخاری:۱۲۵۳، صحیح مسلم:۹۳۹)

میں نے بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے استعمال شدہ کپڑے کو اپنا تہہ بند بنالیا ہے۔ 'شِتَار' سے مراد لغتِ عربی میں ایسا کپڑا ہوتا ہے جو جسم کے ساتھ ملا ہوا کپڑا ہو

۔۔۔حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وَهُوَ أَصْلٌ فِي التَّبرُّکِ بِآثَارِ الصَّالِحِيْنَ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج:۳، ص:۱۲۹۔۱۳۰)

صالحین کی استعمال شدہ چیزوں سے تبرک حاصل کرنا، اِسی حدیثِ مذکورہ سے دراصل ثابت ہے۔

تبرک سے مراد برکت کو طلب کرنا اور برکت کو حاصل کرنا ہے جبکہ برکت سے مراد خیر و بھلائی کی کثرت، خیر و بھلائی میں دوام و اضافہ ہے۔۔یا۔۔پھر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ برکت سے مراد فضیلت والے مقامات و نشانات کی کثرت اور اُن سے حاصل ہونے والے شرف و بزرگی والے نتائج کا حصول ہے۔

(التفسير الكبير للرازی، جز:۱۴، ص:۲۷۲)

اور کسی چیز سے برکت حاصل کرنا سے مراد ہوتا ہے کہ اُس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کو طلب کرنا، اور تبرک کے بارے میں حدیثِ مذکورہ سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ افضل ترین اور اعلیٰ ترین تبرک وہ ہوتا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسوب ہو، مثلاً: موئے مبارک۔

تبرک کے دُنیاوی فوائد میں سے مصائب وآلام کا دُور ہو جانا، بدن کی سلامتی وتندرستی، جبکہ تبرک کے دینی فوائد بھی ہیں۔اُن میں سے ہدایت کا حاصل ہو جانا، فہم وبصیرت کا حاصل ہو جانا، اور نفع بخش علم کا حصول قابل ذکر ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے دینی فوائد ہیں۔تبرک مختلف اشیاء سے حاصل ہوتا ہے، مثلاً: مقدس مقامات، جیسا کہ تین مقدس مساجد: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ وغیرہ۔تبرک مہینوں اور دنوں سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً: ماہِ رمضان شریف اور شبِ قدر وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا۔اِسی طرح تبرک اشخاص وافراد سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً: انبیاء ومرسلین علیہم السلام، فرشتے، اولیاء اللہ، صالحین اور باعمل علمائے کرام۔

باعمل علماء کرام اور صالحین سے تبرک حاصل کرنا، یہ ایسا موضوع ہے جو ہمارے زیر بحث ہے، بغیر کسی شک وشبہ کے اُن سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے تبرک حاصل کیا اور ہمارے لیے ایسا عمل مسنون ہو گیا۔حضور اکرم ﷺ کی امتِ مبارکہ میں باعمل علمائے کرام اور نیک وپارسا اولیاء وصالحین پیدا ہوتے رہتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (ابوداؤد:۳۶۴۱) علمائے کرام، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

قابل اعتبار علمائے کرام میں سے کسی ایک عالمِ دین نے یہ نہیں کہا کہ تبرک صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، بلکہ انہوں نے صالحین سے بھی حصولِ تبرک کے متعلق تحریر کیا۔



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۳۴﴾

﴿نمازِ استخارہ﴾

۔۔۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ:(کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَاالْاِ سْتِخَارَۃَ فِی الْأُمُوْرِ کُلِّھَا کَالسُّوْرَۃِ مِنَ الْقُرْآنِ،إِذَا ھَمَّ بِالْأَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ یَقُوْلُ:
اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَأَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰھُمَّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھَذَا الْأَمْرَ،خَیْرٌ لِی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَۃِ أَمْرِی، أَوْ قَالَ فِی عَاجِلِ أَمْرِی وَآجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِی، وَإِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَۃِ أَمْرِی، أَوْ قَالَ فِی عَاجِلِ أَمْرِی وَآجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّی وَاصْرِفْنِی عَنْہُ وَاقْدُرْ لِی الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ، ثُمَّ رَضِّنِی بِہٖ، وَیُسَمِّی حَاجَتَہٗ،(صحیح البخاری:۶۳۸۲)

۔۔۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہر معاملہ میں ہم کو اسی طرح استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآنِ کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو اُس کو چاہیے کہ وہ دو ۲ رکعت نماز نفل ادا کرے، اُس کے بعد پھر یہ کلمات پڑھے:

الٰہی! یقیناً میں تیرے علم کے سبب تجھ سے خیر و بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے سبب تجھ سے خیر و برکت کی توفیق طلب کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیرے عظیم الشان فضل کا سوال کرتا ہوں، بے شک تُو ہی قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تُو ہی جانتا ہے جبکہ میں نہیں جانتا اور تیری ذات تو سب سے زیادہ غیب کا علم رکھتی ہے۔ الٰہی! اگر تُو جانتا ہے کہ یہ معاملہ، یہ کام، میرے دین، میرے روزگار اور میرے اِس کام کے انجام ہونے میں میرے لیے بھلائی ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ کلمات بھی کہے ہوں): میرے کام جلدی جلدی وقوع پذیر ہونے میں یا تاخیر سے وقوع پذیر ہونے میں میرے لیے بھلائی ہو، تو پھر تُو اِس کام، معاملہ کو میرے لیے مقرر فرما دے۔ اور اگر تیرے علم میں ہے کہ یقیناً یہ کام میرے دین، میرے روزگار، میرے کام کا اختتام تک میرے لیے شر و فساد کا سبب ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ کلمات بھی کہے ہوں)۔۔۔یا۔۔۔میرے اس کام کے جلدی واقع ہونے میں تاخیر سے واقع ہونے میں میرے لیے شر و فساد ہے تو تُو اس معاملہ، کام کو مجھ سے دُور کر دے اور اس کام، معاملہ سے مجھے بھی دُور کر دے، اور جس جگہ میرے لیے خیر و بھلائی ہو میرے لیے وہ جگہ منتخب فرما، پھر تُو مجھے اس خیر و بھلائی سے خوشی عطا فرما۔ اور دُعا کرنے والا اپنی

حاجت، کام، کا نام بھی لے۔

---تشریح---ابن بطال علیہ الرحمہ صحیح بخاری کی شرح میں رقمطراز ہیں:

بے شک مؤمن پر واجب ہے کہ وہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرے، اپنی ہمت اور کمزوری کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرے، اور مؤمن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ پیچیدہ امور اور بڑے امور اُس وقت تک شروع نہ کرے جب تک وہ اُن امور کے متعلق اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کر لے اور وہ اُس سے دُعا کرے کہ وہ اُس معاملہ میں اس کو شر سے دُور رکھے اور اس کو بھلائی عطا فرمائے۔ ہر معاملہ میں اُس کی ذات کا محتاج رہے، عبودیت کی ذلت کو لازم پکڑے، استخارہ کرنے میں وہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنتِ مطہرہ کی اتباع کو بطور تبرک لازم پکڑے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اِس دُعا کو اِس طرح سکھاتے تھے، جس طرح قرآن کریم کی کسی صورت کی تعلیم دیتے، کیونکہ ہر معاملہ میں استخارہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہر نماز کے لیے قرآن کریم کی سورتوں کو تلاوت کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ (شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، ج:۱۰، ص:۱۲۳)

---شیخ عمادالدین بن احمد رقمطراز ہیں: کہ میں کہتا ہوں: نمازِ استخارہ اَدا کرنا مسنون عمل ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خیر وبھلائی طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ سے مدد طلب کرنا، تاکہ وہ اپنے بندے کو وہ خیر عطا کرے جس میں اُس بندے کے لیے خیر و بھلائی ہو۔

نمازِ استخارہ اَدا کرنے کا طریقہ:

نمازِ استخارہ اَدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا شخص اِس طرح وضو کرے جس طرح نماز اَدا کرنے کے لیے وضو کیا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے لیے دو۲ رکعت نماز استخارہ اَدا کرنے کی نیت کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد سورۂ کافرون---قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ---پڑھنا سنت ہے جبکہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد سورۂ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔ مکمل نماز پڑھنے کے بعد جب سلام پھیرے تو نمازی اپنے ہاتھ دُعا کے لیے بلند کرے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کے ساتھ اُس کی عظمت و بڑائی ذہن نشین رہے۔ دُعا کرنے میں افضل واچھا عمل یہ ہے کہ الحمد للہ! سے دُعا شروع کی جائے پھر اس کے بعد حضور نبی کریم کی ذات پر درود بھیجا جائے پھر اس کے بعد مذکورہ بالا ذکر کردہ حدیث شریف کے کلمات کو اَدا کرے اور اپنی حاجت کا نام---اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ ---کے کلمات اَدا کرنے کے بعد لے، پھر اس دُعا کے اختتام کے بعد درود شریف پڑھے۔

---نوٹ: آخرت کی فکر کرنے والے شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ہر معاملہ میں استخارہ کرے۔



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۳۵﴾
﴿سفر کرنے کی دُعا﴾

۔۔۔عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما :(أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ، كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ:
(سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ ○ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ) ﴿۴۳:۱۴-۱۳﴾ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوىٰ، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ، وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ
(صحیح مسلم:۱۳۴۲)

۔۔۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر کے لیے تشریف لے جانے کی صورت میں اپنی سواری (اونٹ، اونٹنی) پر سوار ہوتے تو تین ۳ مرتبہ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، تکبیرات پڑھتے اور پھر فرماتے:

سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ ○ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۴۳:۱۴-۱۳﴾
پاکی ہے اس کی جس نے قابو میں کر دیا ہمارے اس کو، اور نہ تھے ہم اس کے بوتے والے۔
اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں

اَے میرے پروردگار! ہم اس سفر مبارک میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں، اور ایسے عمل کا جس عمل کے بجالانے میں تیری رضا ہو، الٰہی! ہمارے لیے اِس میں آسانی فرما، اس کی طویل مسافت کو مختصر فرمایا۔ الٰہی! تو سفر میں ہمارا دوست ہے اور ہمارے اہل خانہ کا تو ہی نگران ہے، الٰہی! یقیناً میں تجھ سے سفر کی بدحالی، بُرے منظر، مال و دولت اور اہل خانہ کو بُرائی پہنچنے کے متعلق تجھ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر مبارک سے واپس لوٹتے، تب بھی تین ۳ تکبیرات پڑھتے اور پھر ان کلمات کا اضافہ فرمایا کرتے:

آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (مسلم شریف)

۔۔۔سفر سے واپس لوٹتے ہوئے، توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے ہم اپنے پروردگار کی مدح سرائی کرتے ہیں،
۔۔۔**تشریح**۔۔۔اس حدیثِ نبوی میں سفر کرنے کے متعلق عظیم الشان فوائد ہیں۔ ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم اللہ ﷻ کی اُن نعمتوں کا شکر بجالائیں جو نعمتیں اُس نے ہم کو عطا فرمائیں ہیں، جن کو ہم اعداد و شمار میں نہیں لاسکتے، مذکورہ حدیثِ نبوی میں آخرت کے سفر کا بھی تذکرہ ہوا، جیسا کہ فرمایا۔۔۔ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، بے شک ہم ضرور اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔

۔۔۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، وہ دوبارہ اس کو اسی حالت میں لوٹائے گا، فرمایا:

لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وْابِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِ ىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱:۵۳﴾

تا کہ بدلہ دے انہیں جنہوں نے بُرائی کی اس کا جوانہوں نے کیا، اور ثواب دے انہیں جنہوں نے نیکی کی اچھا

۔۔۔حضورا کرم ﷺ کے فرمان ۔۔۔اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا اَلْبِرَّ وَالتَّقْوىٰ، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضىٰ ۔۔۔ سے مراد ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ وہ سفر کو ایسے جلیل القدر اوصاف کے ساتھ متصف فرمائے، تمام ایسے نیک وصالح اعمال کو شامل کرتے ہوئے جو اعمال اللہ عزوجل کے ساتھ متعلق ہیں اور مخلوق کے حقوق کے ساتھ متعلق ہیں اور جو اعمال تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ ساتھ ہیں جس کو ترک کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا جاتا ہے، ایسے تمام اعمال اور ظاہری و باطنی اقوال کو ترک کر دینا ضروری ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جو عمل اس کی ذات کو راضی کر دے، ایسا کرنا تمام طاعت وقربِ الٰہی کو شامل ہو جاتا ہے، یہی سفر نفع دینے والا، برکت والا ہوتا ہے۔

۔۔۔حضورا کرم ﷺ کا فرمان:

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ

الٰہی! ہمارے لیے اس سفر کو آسان بنا اور اس کی طویل مسافت کو ہمارے لیے قلیل فرما

دراصل سفر، عذاب کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اس لیے سفر کے آسان وراحت والا ہونے اور مختصر مسافت ہو جانے کے متعلق دُعا کرنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے سفر کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، حوصلہ کے لیے آسانی ہو جاتی ہے اور دورانِ سفر برکت جاری رہتی ہے، حتیٰ کہ طویل ترین مسافت بھی طے ہو جاتی ہے اور آدمی کو دورانِ سفر بہت زیادہ راحت نصیب ہو جاتی ہے۔ مثلاً:

دورانِ سفر دِل کو راحت نصیب ہوتی ہے، رفیقِ سفر مناسب نصیب ہوتا ہے، سفر طے کرنے کے لیے آسانی ہو جاتی ہے اور راستے میں خوف وخطر سے امن وسکون رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جن میں دورانِ سفر سکون رہتا ہے۔ دیکھیں، کتنے سفر ایسے ہوتے ہیں جن کو طے کرنے میں بہت زیادہ دن لگ جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے لیے بھی آسانی پیدا فرما دیتا ہے، اہل خانہ کے لیے بھی آسانی بن جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی دیکھیں! کتنے سفر ایسے ہوتے ہیں جو مختصر ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت زیادہ تکلیف پیدا ہو جاتی ہے۔ اِسی وجہ سے حضورا کرم ﷺ نے دُعا فرمائی:

۔۔۔اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ

۔۔۔الٰہی! دورانِ سفر، مشقت وصعوبت نازل ہونے سے تجھ سے میں تیری پناہ حاصل کرتا ہوں۔

۔۔۔وَکَآبَةِ الْمَنْظَرِ

۔۔۔حزن و پریشانی اور بُرے منظر سے بھی میں، تیری پناہ حاصل کرتا ہوں۔

۔۔۔وَسُوْءِ الْمُنقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ

اور مال ودولت اور اہل وعیال کو کسی بھی قسم کا شر پہنچنے سے، میں تجھ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں

یعنی اَے ہمارے پروردگار! ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ تُو ہمارے پیچھے ہمارے اہل وعیال ورشتہ دار واحباب وغیرہ سب کی حفاظت فرما، دورانِ سفر، حفاظت کو ہمارے اہل وعیال، اولاد اور مال ودولت کی سنگت نصیب فرما، تاکہ جب ہم اُن کی طرف واپس لَوٹیں تو ہم سلامتی کے ساتھ خوش ہوں، ہم پر اور اُن پر مسلسل دائمی نعمتوں کا نزول فرما۔ (آمین)

جب مسافر سفر سے واپس لَوٹے تو اِسی طرح یہی کلمات بولے جبکہ مندرجہ ذیل کلمات کا اضافہ بھی کردے۔

۔۔۔(آیبون، تائبون، عابدون، لربنا حامدون)۔

اِن کلماتِ مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ الٰہی! ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ دورانِ سفر اور رجوعِ سفر ہم کو توبہ کرنے والا، اپنی ذات کی حمد وثنا بیان کرنے والا بنادے۔ اور ہمارا سفر اپنی طاعت وبندگی پر ختم فرما، جیسا کہ اس سفر کو میں نے تیری توفیق سے ہی شروع کیا تھا۔ (بھجة قلوب الابرار وقرة عیون الاخیار فی شرح جوامع الاخبار، ص:۱۹۶۔۱۹۷)

۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: جب مسافر سفر کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ دو۲ رکعت نفل اَدا کرے، جیسا کہ حضرت مقطم بن مقدام صنعانی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَاخَلَفَ أَحَدٌ عِنْدَ أَهْلِهِ افْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِيْنَ يُرِيْدُ سَفَراً

جب کوئی مسافر سفر کرنے کا ارادہ کرے تو وہ دو۲ رکعت نمازِ نفل اَدا کرے،

اِس سے افضل دوسرا کوئی عمل نہیں جو وہ اپنے اہل وعیال کے پاس چھوڑ کر جاتا ہے۔

۔۔۔مذکورہ حدیثِ نبوی کو امام طبرانی نے کتاب المناسک میں بیان کیا، جیسا کہ اس کو حافظ نے بھی ذکر کیا اور حافظ سے سیوطی نے تحفۃ الابرار: ۱۰۰۔۱۰۱، پر نقل کیا، حافظ سے اِسی طرح اس روایت کو نقل کیا گیا، واضح رہے کہ راوی کا نام مقطم نہیں، یہ تصحیف کی سہو ہے راوی کا نام 'مطعم' ہے اور یہ تابعی ہیں۔ صحابی نہیں ہیں، اِسی طرح اس حدیثِ نبوی کو 'کنز العمال' (۱۷۵۳۰) حدیث نمبر پر متقی ھندی نے بھی ذکر کیا، جبکہ ابن ابی شیبہ نے حدیثِ مطعم بن مقدام کو مُرسلاً روایت کیا۔

ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ اِن دو۲ رکعت نمازِ نفل کی اَدائیگی کے لیے مستحب عمل یہ ہے کہ مسافر پہلی رکعت میں فاتحہ شریف پڑھنے کے بعد سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرے۔ جبکہ بعض نے کہا ۔۔۔ کہ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الفلق، دوسری رکعت میں سورۃ الناس پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھے، کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے نکلنے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لیتا ہے تو اُس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی، حتیٰ کہ وہ شخص سلامتی کے ساتھ گھر واپس لَوٹتا ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ مسافر سورۃ القریش پڑھے، جیسا کہ امام سیّد جلیل ابوالحسن قزوینی نے کہا۔۔۔ کہ سورۃ القریش کا پڑھ لینا ہر بُرائی سے امن وسکون ہوتا ہے۔

یہ بھی مستحب ہے کہ سفر کرنے والا شخص اپنے اہل خانہ، اقرباء، دوست اور پڑوسیوں کو الوداع کرے اور اُن کے لیے دُعا کرے اور اُن سے دُعا کرنے کے متعلق گزارش کرے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اسْتُوْدِعَ شَيْئًا حَفِظَهٗ (مسند احمد: ۵۶۰۵)

بے شک اللہ تعالیٰ اُس شئے کی حفاظت کرتا ہے جس کوالوداع کیا جائے [1]

۔۔۔حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ سَفَرًا فَلْیُوَدِّ عْ اِخْوَانَهُ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَاعِلٌ فِیْ دُعَائِهِمْ خَیْرًا [2] (کنز العمال:۱۷۴۷۳)

جب تم میں سے کوئی شخص سفر کرنے کا ارادہ کرے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کوالوداع کرے یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا میں خیر و بھلائی پیدا فرما دیتا ہے

جیسا کہ ہم نے سنن ابی داؤد کے حوالہ سے لکھا کہ مسنون یہ ہے کہ الوادع کیے جانے والے شخص کے بارے میں ایسے کلمات بولے جائیں جو کلمات ابوداؤد نے امام قزعہ سے روایت کیے تھے کہ قزعہ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بلایا اور کہا کہ میں آپ کو ایسے کلمات بول کر الوداع کرتا ہوں جن کلمات کے ساتھ مجھے رسول اللہ ﷺ نے الوداع کیا تھا، وہ کلمات یہ ہیں:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ (سنن ابوداؤد:۲۶۰۰)

تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے عمل کا خاتمہ کرنا، یہ سب کچھ میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں

۔۔۔علامہ نووی کا کلام ختم ہوا۔ (الاذکار للنووی، ص:۲۱۶۔۲۱۸)

---

(۱)۔۔۔اس روایت کو مسند احمد، رقم الحدیث (۵۶۰۵) کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا۔

(۲)۔۔۔شیخ عمادالدین رقمطراز ہیں کہ یہ روایت 'طبرانی' سے نہ ملی، جبکہ متقی ھندی نے کنزالعمال، رقم الحدیث (۱۷۴۷۳) کے تحت اس کو روایت کیا۔اور ابن عساکر نے حضرت زید بن ارقم ﷺ والی روایت سے بیان کیا۔



﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۳۶﴾
﴿بلند آواز سے اور اجتماعی طور پر ذکر کرنا﴾

۔۔۔عَنْ الْأَغَرِّ أَبِی مُسْلِمٍ أَنَّهُ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِی هُرَيْرَةَ وَأَبِی سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ (صحیح مسلم:۲۷۰۰)

۔۔۔حضرت اغرابو مسلم روایت کرتے ہیں۔۔۔کہ میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

جب مسلمانوں کی کوئی جماعت (مجلس) اللہ ﷻ کا ذکر کرتی ہے، اُس جماعت کے بیٹھنے سے پہلے پہلے اُس جماعت (گروہ) کو فرشتوں کی جماعت اپنے احاطہ میں گھیر لیتی ہے، رحمتِ خداوندی اُس جماعت کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے، اُس جماعت پر سکون واطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس جماعت کا ذکر اُس جماعت کے سامنے کرتا ہے جو جماعت (گروہ) اُس کی بارگاہِ اقدس کے پاس حاضر ہوتی ہے۔

۔۔۔**تشریح**۔۔۔فیض القدیر میں ہے کہ کوئی گروہ۔۔یا۔۔جماعت جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتی ہے، مثلاً: جمع ہو کر تسبیح بیان کرتی ہے، اُس کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے، تہلیل بیان کرتی ہے، تلاوتِ قرآن کریم کرتی ہے یا علم شرعی حاصل کرتی ہے تو فرشتے اُس جماعت۔۔یا۔۔گروہ کو اپنے احاطہ میں گھیر لیتے ہیں، یعنی گروہ کو اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں۔ اُس جماعت پر رحمتِ الٰہی چھا جاتی ہے اور اُس پر وقارِ الٰہی اور سکینت نازل ہوتی ہے، اس کی وجہ صرف اور صرف ذکر الٰہی ہوتا ہے۔۔۔وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ۔۔۔کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس ذکر کرنے والے گروہ کو مقرب فرشتوں کی مجلس میں یاد فرماتا ہے، معلوم ہوا، اِس روایتِ مذکورہ سے ذکر کی محفل اور ذکر کرنے والے لوگوں کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ اسی طرح ذکر کرنے کی خاطر اکٹھے ہونا اور اولادِ آدم کے لئے فرشتوں کی محبت ثابت ہو رہی ہے۔ (فیض القدیر، ج:۵،ص:۴۹۴)

۔۔۔**شیخ عماد الدین رقمطراز ہیں**: کہ میرے نزدیک ذکر اور ذکر کرنے والوں کے متعلق قرآن کریم میں بہت زیادہ آیات موجود ہیں، مثلاً:

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۳۳:۴۱۔۴۲﴾

☆ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ

فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹:۶۳﴾

۔۔۔بہت زیادہ احادیثِ نبویہ، ذکر کی فضیلت کے تعلق سے ہیں، مثلاً: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ (مسند احمد:۷۴۲۶)

بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے بھی ہیں، جو گھومنے پھرنے والے، فضیلت والے ہیں

وہ ذکر کی مجالس میں حاضری کے طلب گار ہوتے ہیں

☆ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى! قَالَ: ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَى (سنن ترمذی:۳۳۷۷)

کیا میں تمھیں، تمہارے مالک کی بارگاہ میں صاف ستھرے اور تمہارے بہترین اعمال کے بارے میں خبر نہ دوں، وہ بہترین اعمال تمہارے درجات میں بلندی لائیں گے، وہ اعمال تمہارے لیے، تمہارے سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہترین ہوں گے، وہ اعمال تمہارا، تمہارے دشمن کا آمنا سامنا کرنے، تمہارا اُن کی گردنیں قلم کرنے اور ان کی طرف سے تمہاری گردنیں قلم ہوجانے سے بھی بہترین اعمال ثابت ہوں گے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔۔۔کیوں نہیں! آپ ارشاد فرمایئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔وہ بہترین اعمال اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اعمال ہیں۔

۔۔۔بُلند آواز سے ذکرِ الٰہی کرنا:

امام مسلم علیہ الرحمہ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دِل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے (اپنی قدرت کے لائق) اپنے دِل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے کسی جماعت (مجلس) میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو جماعت (گروہ) اُس کے گروہ (جماعت) سے بہترین ہوتا ہے۔(صحیح مسلم:۲۶۷۵)

۔۔۔معلوم ہوا کسی گروہ۔۔یا۔۔جماعت میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، بُلند آواز سے ہی ممکن ہے۔

۔۔۔ذکر کرنے والی محافل ومجالس:

ذکر کرنے والی محافل ومجالس ایک خاص وقت میں اور ایک خاص ترتیب سے منعقد ہوتی ہیں، ایسی مجالس و محافل کی حکمتیں ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی علیہ الرحمہ یوں بیان کرتے ہیں:

بے شک وہ لوگ جو ذکرِ الٰہی کی محافل وحلقات میں حاضر ہوتے ہیں اور حاضر ہونے کی دعوت پیش کرتے ہیں، وہ لوگ عموماً، اللہ تعالیٰ کے اِس فرمانِ مذکورہ سے حجت پکڑتے ہیں، ارشاد فرمایا:

☆ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۳:۱۹۱﴾

جو یاد کیا کریں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر اور غور وفکر کریں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں،
پروردگارا! نہیں پیدا فرمایا تُو نے اس کو بیکار، پاک ہے تُو، تو بچالے ہم کو جہنم سے (معارف القرآن)

یہ آیتِ مبارکہ واضح طور پر عموم پر دلالت کرتی ہے جبکہ کوئی دوسری آیتِ مبارکہ، کوئی دوسری نص، مذکورہ حکم کا استثنیٰ بھی نہیں کرتی، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلاً يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ

بے شک، اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو اردگرد گھومنے والے، فضلیت والے ہیں،
جبکہ ایسے فرشتے ذکر (الٰہی) کی مجلس کی طرف جاتے ہیں

۔۔مزید برآں۔۔ یہ کہ ذکر کی مجلس ومحافل برقرار رکھنے کے لیے مقرر کردہ خاص وقت اور ذکر کرنے کی حالت وکیفیت بھی اہمیت کی حامل ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شرعی نص نہیں آئی جو ذکر کرنے کی حالت اور مقرر کردہ وقت کی حد بندی کرے اسی طرح کوئی شرعی نص بھی موجود نہیں جو ذکر کرنے کے لیے کسی خاص حالت اور مقرر کردہ وقت سے منع کر رہی ہو۔

(السلفیه، مرحلة زمنية مباركة لا مذهب اسلامی، ص:۱۹۱۔۱۹۲)

شیخ عمادالدین بن احمد رقمطراز ہیں: کہ میرے نزدیک ذکر الٰہی کی مجالس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ایسی محافل میں برکات کی کثرت ہوتی ہے، ایسی محافل میں شریک ہونے سے دِل مطمئن ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ ط أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۱۳:۲۸﴾

جو لوگ سب مان گئے اور اُن کے دِل چین پاتے ہیں اللہ کے ذکر سے۔
یادرکھو کہ اللہ کے ذکر سے چین پاجاتے ہیں دِل

۔۔۔لہٰذا ذکر کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا شعور ہوتا ہے، اُس سے غم وپریشانی دُور ہوتی ہے، امن وسکون اُس پہ چھاجاتا ہے کیونکہ اُس شخص کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اسے کافی ہے، اور وہ شخص اپنے چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دن رات ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (واضح رہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مشروع ومسنون ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر فرماتے تھے (مشکوٰۃ المصابیح) شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اَشِعَۃُ اللّمعات میں رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ذکر جہری' نماز اَدا کرنے کے بعد بلند آواز سے فرمایا کرتے تھے، جبکہ علامہ طحاوی، طحاوی شریف میں لکھتے ہیں کہ نماز اَدا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے) (مترجم)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿حدیث نبوی ﷺ ---۳۷﴾
﴿تسبیح استعمال کرنا﴾

---عَن صَفِیَّةَ أم المؤمنین رضی الله عنها قَالَتْ: دَخَلَ عَلَیَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ یَدَیَّ أَرْبَعَةُ آلافِ نَوَاةٍ أُسَبِّحُ بِهَا، فَقَالَ:

لَقَدْ سَبَّحْتُ بِهٰذِهٖ، أَلَا أُعَلِّمُکَ بِأَکْثَرَ مِمَّا سَبَّحْتُ بِهٖ

---فَقُلْتُ: بَلٰى عَلِّمْنِی، فَقَالَ: ---قُولِی سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ (سنن ترمذی:۳۵۵۴)

---اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ اُس وقت میرے سامنے چار ہزار کھجور کی گٹھلیاں تھیں، جن گٹھلیوں کے ساتھ میں تسبیح بیان کرتی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِن گٹھلیوں کے ساتھ میں نے بھی تسبیح الٰہی بیان کی ہے، کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں

جن کلمات کے ساتھ میں نے اکثر اوقات تسبیح بیان کی ہے!

---میں نے عرض کی: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ کلمات سکھائیں:

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا---تم پڑھا کرو: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ

---تشریح---یہ حدیثِ نبوی صریح طور پر کھجور وغیرہ کی گٹھلیوں کے ساتھ تسبیح الٰہی بیان کرنے پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ تسبیح، کیونکہ تسبیح، ذکر اذکار کی تعداد شمار کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جس طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے اور اُس عورت کے پاس کھجور کی گٹھلیاں--یا--چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں، جن پر وہ تسبیح الٰہی پڑھ کر تعداد شمار کیا کرتی تھی، تو اُس عورت کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا---میں تم کو اِس سے آسان اور افضل وظیفہ کرنے کے متعلق بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ أَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ (ابوداؤد:۱۵۰۰، سنن ترمذی:۳۵۶۸)

سبحان اللہ (اللہ تعالیٰ کی ذات، ہر عیب وخامی سے پاک ہے) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا فرمایا، میں اُن سب چیزوں کی تعداد کے برابر 'سبحان اللہ' کہتا ہوں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا فرمایا، میں اُن سب چیزوں کی تعداد کے برابر 'سبحان اللہ' کہتا ہوں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے درمیان تخلیق فرمایا، میں اُن سب چیزوں کی تعداد کے برابر 'سبحان اللہ' کہتا ہوں، اور جس جس چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا ہے، میں ہر اُس چیز کی تعداد کے برابر 'سبحان

اللہ' کہتا ہوں، اور آسمانوں کے درمیان جو کچھ تخلیق کردہ ہے، اُس کی تعداد کے برابر 'اللہ اکبر' کہتا ہوں، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا فرمایا ہے اُس کی تعداد کے برابر 'الحمد للہ' کہتا ہوں، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے درمیان پیدا فرمایا ہے، اُن سب چیزوں کی تعداد کے برابر 'لا الٰہ الا اللّٰہ' کہتا ہوں اور جس جس چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا ہے، ہر اُس چیز کی تعداد کے برابر 'وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' کہتا ہوں۔

۔۔۔ کتاب 'نیل الاوطار' کے مصنف، حدیثِ مذکورہ اور پچھلی حدیث نبوی کو ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

مذکورہ دونوں احادیثِ نبویہ کھجوروں کی گٹھلیوں اور پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں پر تسبیح پڑھنے اور شمار کرنے کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اسی طرح ذکر اذکار شمار کرنے کے لئے 'تسبیح' کا استعمال کرنا بھی جائز ہوا، کیونکہ سابقہ ذکر کردہ دونوں احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوا کہ دونوں عورتوں نے ذکر الٰہی شمار کرنے کے لئے ایسا عمل مبارک کیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اور اُن دونوں عورتوں کو تعداد شمار کرنے والے عمل سے منع نہیں فرمایا بلکہ اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اُن کی آسانی کے لئے افضل کلمات بطور وظیفہ و ذکرِ الٰہی بتا دیئے اور ایسا فرمانا 'تسبیح' کے جائز ہونے کے خلاف نہیں۔ (نیل الاوطار، ج:۲،ص:۳۶۶)

ابن سعد نے حکیم بن الدیلم سے روایت کی کہ یقیناً، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چھوٹی چھوٹی کنکریوں پر تسبیح الٰہی پڑھا کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ، ج:۳،ص:۱۴۳)

عبداللہ بن امام احمد نے 'زوائد الزھد' میں ایک روایت نقل کی ہے، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے تعلق سے ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا دھاگہ تھا، جس دھاگے پر ایک ہزار ''''' گرہیں لگی ہوئی تھیں، آپ اُس دھاگہ پر تسبیح پڑھنے کے بعد ہی رات کو سویا کرتے تھے۔ (لم اقف علیه فی مطبوع الزهد)

امام احمد نے 'کتاب الزہد' میں قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس عجوہ کھجور کی گٹھلیوں کا ایک کپڑا (تھیلا) تھا، صبح کی نماز اَدا کرنے کے بعد وہ اُس کپڑے سے ایک ایک کر کے گٹھلی نکالتے اور اُس پر تسبیح پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ سب کو مکمل پڑھ لیتے۔ (الزهد للامام احمد:۷۵۸)

۔۔۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تسبیح کے استعمال کرنے کے متعلق بہت زیادہ احادیثِ نبویہ ذکر کیں، ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

سلف وخلف میں سے کسی ایک شخص سے یہ نہیں ملا کہ ذکر الٰہی کی تعداد کو شمار کرنے کے لیے 'تسبیح' کا استعمال کرنا منع ہے، بلکہ اکثر سلف وخلف ایسی چیزوں کے ساتھ تسبیح الٰہی کو شمار کیا کرتے تھے اور وہ سب ایسے عمل کو 'مکروہ' نہیں جانتے تھے۔ (المنحة فی السبحة، ج:۲،ص:۷)

اَے ہمارے پروردگار! ہم سب کو اقوال، اعمال اور احوال میں اخلاص کی دولت عطا فرما، ہمارا شمار ذکر کرنے والوں میں فرما۔ آمین۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، یَااللہ۔

﴿حدیث نبوی ﷺ۔۔۔۳۸﴾

﴿فوت شدہ کے لئے قرآنِ کریم کی تلاوت و دُعا کرنا﴾

۔۔۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ :إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ،

أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ (صحیح مسلم:۱۶۳۱)

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اُس کے اعمال کرنے کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے،

مگر تین ۳ سلسلے ایسے ہوتے ہیں جن کا اجر و ثواب مرجانے کے بعد بھی جاری رہتا ہے

(۱)۔۔۔صدقہ جاریہ کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے۔

(۲)۔۔۔نفع دینے والے علم کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے۔

(۳)۔۔۔صالح بیٹا جو اپنے مرحوم کے لئے دُعا کرے، اُس کی دُعا کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے۔

۔۔۔**تشریح**۔۔۔امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔۔۔علماء نے کہا کہ میت کا عمل اُس کے مرجانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور اس کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، البتہ ان مذکورہ تین ۳ چیزوں کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے کیونکہ فوت ہونے والا ان اشیاء کا سبب تھا۔ بیٹا: والد کی کمائی ہے۔ تعلیم و تصنیف: جو کچھ اُس نے دُنیا میں چھوڑا، اس کی کمائی ہے۔ اور اِسی طرح صدقہ ء جاریہ بھی اُسی کی کمائی ہے جو کہ وقف کیا ہوا عمل ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج:۱۱،ص:۸۵)

اس بات کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان مُردے کا ثواب حاصل کرنے کا سلسلہ اُس مردہ کے اپنے عمل کرنے والے ثواب سے ختم ہو جاتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص سے اجر و ثواب حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جس طرح اُس مرحوم کا بیٹا کوئی عمل صالح کرے کیونکہ وہ بیٹا (اولاد) اُس مرحوم کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، مرحوم کی کمائی ہے، جیسا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ (مسند احمد:۲۴۰۳۲)

بے شک وہ رزق بہت پاکیزہ ہے جو آدمی نے اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا

اور بے شک اُس کا بیٹا بھی اُس آدمی کی کمائی سے ہے۔

اِسی طرح فوت شدہ شخص کسی دوسرے شخص کی دُعا کرنے سے نفع حاصل کرتا ہے، فوت شدہ کی طرف سے کئے جانے والا صدقہ اُس کے لیے باعثِ ثواب بن جاتا ہے، اگرچہ وہ اُس کے حقیقی بیٹے (اولاد) کے علاوہ کسی غیر سے کیوں نہ ہو۔

۔۔۔امام ابن قدامہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اُس شخص نے کوئی بھی نیکی کی اور اس کا اجر وثواب مسلمان میت کے لیے پیش کیا، تو اُس کا ایصال ثواب کرنا، اُس مسلمان میت کے لیے نفع دینے والا ہوگا (اِن شاء اللہ)۔ البتہ اُس مرحوم کے لیے دُعا کرنا، استغفار کرنا، صدقہ کرنا، اس کے واجبات کو اَدا کرنا، تو اِن اعمال کے متعلق مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں، البتہ ایسے واجبات۔ جن کو دوسرا مسلمان بھی اس کی جگہ اَدا کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

☆ وَالَّذِيْنَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۹:۱۰﴾

اور جو آئے اُن کے بعد، دُعا کرتے ہیں کہ پروردگارا! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں
کو جو پہلے لائے ہم سے ایمان اور نہ رکھ ہمارے دِلوں میں کچھ بھی کینہ اُن کے لیے
جو ایمان لاچکے۔ پروردگارا! بلاشبہ تو مہربان رحم والا ہے (معارف القرآن)

☆ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿۴۷:۱۹﴾

تو جان رکھو کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل سوا اللہ کے اور مغفرت چاہو اپنوں کی اور ایمان
والے مردوں اور عورتوں کی اور اللہ جانتا ہے تمہارے چل پھر کو اور تمہارے ٹھکانہ لینے کو (معارف القرآن)

حضرت ابوسلمہ ﷛ جب فوت ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی، خاص طور پر ایسی میت، جس کی نمازِ جنازہ، خود حضور اکرم ﷺ نے پڑھائی، اُس کے لیے دُعا فرمائی، حضرت عوف بن مالک ﷛ سے مروی حدیث شریف:

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اُس کے لیے دُعا فرمائی، ذوالنجادین کے لئے بھی دُعا فرمائی حتیٰ کہ اُس کو دفن کردیا گیا۔ دُعا کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر ایسی میت کے لئے مشروع فرمایا ہے جس پر نماز جنازہ اَدا کی گئی ہو، ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! بے شک میری والدہ فوت ہوگئی ہے، اگر میں نے اپنی والدہ کی طرف سے کچھ صدقہ کیا تو کیا وہ اُن کو نفع دے گا؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ جی ہاں! اِس روایت کو ابو داؤد نے بیان کیا۔ اور اِسی طرح کی روایت حضرت سعد بن عُبادہ ﷛ کے متعلق بھی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲)

۔۔۔ایک عورت، حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ 'حج' کا موقع میرے والد نے پایا تھا لیکن وہ بہت زیادہ عمر رسیدہ تھے، وہ سواری پر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے تو کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا۔۔۔ اگر تمہارے والد کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو کیا اُن کی طرف سے تم اَدا کرتیں؟ اُس عورت نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرض (حج) کا زیادہ حق رکھتا

ہے، اس کو اَدا کیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۲۸)

---جب ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میری والدہ، فوت ہوگئی ہیں، حالانکہ اُن کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے، تو کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔۔۔جی ہاں! (بخاری: ۱۹۵۳)

یہ احادیثِ مبارکہ صحاح ستہ سے ہیں، اِن میں میت کے نفع حاصل کرنے پر دلالت موجود ہے۔ روزہ، حج، دُعا اور استغفار کرنا بھی عبادت ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان عبادات کا فائدہ فوت شدہ کو پہنچاتا ہے، ان کے علاوہ دیگر عبادات کا فائدہ بھی فوت شدہ کو پہنچتا ہے۔ ہم نے ایک حدیث میں اُس شخص کا اجروثواب بیان کیا تھا، جو شخص سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے اور اُس سورت کی برکت سے اللہ تعالیٰ قبرستان والوں کے عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے۔☆

(مسند احمد: ۱۶۹۶۹) (المغنی لابن قدامه، ج:۲،ص: ۴۲۷)

☆ یہ روایت اُس حدیث نبوی کی طرف اشارہ کرتی ہے، جس کو امام احمد نے مسند احمد میں رقم الحدیث: (۱۶۹۶۹) کے تحت ابو مغیرہ اور انہوں نے صفوان سے روایت کیا ہے، صفوان کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے مشائخ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ غضیف بن حارث الشمالی کے پاس حاضر ہوئے جب وہ سکرات الموت میں تھے، کسی نے کہا: کیا کوئی شخص ہے جو سورۂ یٰسین تلاوت کرے؟ تو صالح بن شریح السکوتی نے تلاوت کی، اُس سورت کی برکت سے اُن کی روح قبض ہوئی، اس وجہ سے مشائخ کہتے ہیں کہ اس سورت کی تلاوت کرنے سے سکرات میں تخفیف ہوتی ہے۔

---شیخ عمادالدین کہتے ہیں:

قرآن کریم جو میت کی طرف پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا، میت اس سے نفع حاصل کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص فاتحہ شریف کی تلاوت کر کے کسی کی روح کو بخشے۔۔۔یا۔۔۔یہ کہے۔۔۔الٰہی! میں نے جو کچھ قرآن کریم سے تلاوت کیا، اُس کا اجروثواب قبرستان کے اہل ایمان کو پہنچا، تو وہ اجروثواب اُن تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں:

---عبدالرحمٰن بن العلاء بن الجلاج، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اُن کے والد کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا:

جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے لئے قبر کھدوانا، جب مجھے قبر میں اُتار دو تو پھر کہنا۔۔۔بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔۔۔پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا۔ اُس کے بعد میرے سر کی جانب سورۂ بقرہ شریف کی ابتدائی آیات اور سورۂ بقرہ شریف کی آخری آیات کی تلاوت کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔

---اس روایت کو طبرانی نے 'المعجم الکبیر' میں ذکر کیا۔ (المعجم الکبیر، ج:۱۹،ص: ۲۲۰، رقم: ۴۹۱)

---جبکہ ھیثمی نے کہا: اِس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد، ج:۳،ص: ۴۴)

---حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اُس کو قید کر کے نہ رکھو بلکہ اُس کو جلدی جلدی قبر میں پہنچاؤ، اور اُس کی قبر کے سر کی جانب سورۂ فاتحہ شریف جبکہ پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کا خاتمہ تلاوت کرو! اِس کو طبرانی نے 'معجم الکبیر' میں روایت کیا۔ (المعجم الکبیر، ج:۱۲،ص: ۴۴۴، رقم: ۱۳۶۱۳)۔

---جبکہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں اِس روایت کو 'حسن' کہا۔ (فتح الباری، ج:۳،ص: ۱۸۴)

۔۔۔جیسا کہ حضرت معقل بن یسار﷛ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا:

اِقْرَءُ وا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ۔۔۔اپنے مردوں پر سورۂ یسین کی تلاوت کیا کرو

۔۔۔اِس حدیثِ نبوی کو ابوداؤد، نے روایت کیا جبکہ ابن حبان اور حاکم نے اِس کو 'صحیح' کہا۔

(سنن ابوداؤد:۳۱۲۱،صحیح ابن حبان:۳۰۰۲،المستدرک للحاکم:۲۰۷۴)

۔۔۔نوٹ: ایسی کتب جو اس موضوع پر تحریر کی گئیں کہ فوت شدہ انسان کو قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا اجروثواب پہنچتا ہے، اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱)۔۔۔**التذکرة فی احوال الموتی و امور الآخرة**۔(یہ کتاب امام قرطبی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے)

(۲)۔۔۔**شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور** (یہ کتاب حافظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے)۔

(۳)۔۔۔**توضیح البیان لو صول ثواب القرآن** (یہ کتاب حافظ عبداللہ بن صدیق الغماری علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے)۔

اِن کتب کے علاوہ اور بہت سی کتب اِس موضوع پر موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسی کتب کے مطالعہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۳۹﴾

﴿قبروں کی زیارت کرنے کے لیے جانا اور اُن پر کچھ تعمیر کرنا﴾

۔۔۔عَنْ ابنِ مَسْعُودٍ رضی الله عنه أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا،

وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (سنن ابن ماجہ:۱۵۷۱)

۔۔۔حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا، لیکن اب تم قبروں کی زیارت کے لیے جایا کرو،

کیونکہ ایسا عمل دُنیا سے کنارہ کشی عطا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے

۔۔۔تشریح۔۔۔مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جانے کے متعلق علمائے کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ زیارتِ قبور کے بارے میں بہت زیادہ احادیث نبویہ موجود ہیں، اُن احادیث نبویہ میں سے مندرجہ ذیل ذکر کردہ حدیثِ مبارکہ بھی شامل ہے، فرمایا:

قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ

فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (سنن ترمذی:۱۰۵۴)

تحقیق میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، لیکن اب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اُن کی والدہ ماجدہ

کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی گئی، لہٰذا اے مسلمانو! تم بھی قبروں

کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ایک قبرستان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ (صحیح مسلم:۲۴۹)

اے ایمان والو کے گھر والو! تم سب پر سلامتی نازل ہو اور بے شک جب

اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملاقات کرنے والے ہیں

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے حُجرہ میں نہ پایا تو میں اُن کو تلاش کرنے کے لیے نکل پڑی، اچانک میں نے دیکھا کہ آپ (ﷺ) جنت البقیع میں موجود ہیں، آپ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ،

اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ (مسند احمد:۲۴۴۲۵، سنن ابن ماجہ:۱۵۴۶)

اَے ایمان والوں کے گھر والو! تم سب پر سلامتی نازل ہو، تم ہمارے لیے پہلے پہنچنے والے ہو اور یقیناً ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ الٰہی! ہمیں ان کے اجر وثواب سے محروم نہ فرما اور ان کے بعد ہم کو آزمائش میں نہ ڈال

حضرت بریدہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہء کرام کو تعلیم دیتے تھے جب وہ قبرستان کی طرف جاتے تو ایک صحابی اُن میں سے یہ کلمات پڑھتا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (صحیح مسلم:۹۷۵)

اَے مسلمانوں اور ایمان والوں کے گھر والو! تم سب پر سلامتی نازل ہو؛ اور بیشک ہم تم سے ملنے والے ہیں، میں بذاتِ خود کے لیے اور تم سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عافیت طلب کرتا ہوں

۔۔۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شِفَاعَتِيْ (سنن الدار قطنی:۲۶۹۵)

جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اُس کے لیے میری شفاعت کرنا واجب ہو گیا

۔۔۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ، كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ

(المعجم الکبیر، ج:۱۲، ص:۴۰۶، رقم:۱۳۴۹۷، سنن بیہقی:۱۰۲۷۴)

جس شخص نے حج ادا کیا اور میرے وصال پا جانے کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اُس شخص نے میری حیاتِ ظاہریہ میں میری زیارت کی

۔۔۔عورتوں کا قبرستان جانے کا شرعی حکم:

اِس بارے میں علمائے کرام کے درمیان علمی اختلاف ہے، جو علمائے کرام عورتوں کا قبرستان کی زیارت کے لیے جانے کے تعلق سے جواز کے قائل ہیں، وہ مندرجہ ذیل احادیثِ نبویہ سے استدلال کرتے ہیں:

صحیح مسلم شریف اور دیگر کتب میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے قبرستان کی زیارت کرنے کے متعلق پوچھا کہ اَے اللہ کے رسول! جب میں قبرستان جاؤں تو وہاں کیا کلمات پڑھوں؟ فرمایا۔۔۔تم کہا کرو:

السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ (صحیح مسلم:۹۷۴)

اَے مسلمانوں اور ایمان والوں کے گھر والو! تم پر سلامتی نازل ہو، ہم میں سے جو پہلے وفات پا گئے اور جو بعد میں وفات پائیں گے، اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحم کرے اور بیشک اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں

اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دُعا کرنے کا طریقہ بتلایا اور اُن کو قبرستان کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

۔۔۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی، تو حضورِ اکرم ﷺ نے اُس عورت کو فرمایا:

اتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِی، قَالَتْ: إِلَیْکَ عَنِّی فَإِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیبَتِی، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِیلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِینَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْکَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

اَے عورت! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو!، اُس عورت نے کہا۔۔۔ بے شک جو دکھ مجھے پہنچا وہ دکھ آپ کو نہیں پہنچا، آپ کو میرے دکھ کا علم نہیں۔ بعد میں اُس عورت سے کہا گیا کہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ تھے، تو وہ عورت اپنے اقوال پر شرمندہ ہوتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کے دروازہ پر آئی، اُس نے بابُ النبی ﷺ پر دو پہرے دار بھی نہ پائے، تو وہ بولی۔۔۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ فرمایا۔۔۔ بیشک پہلے صدمہ کے وقت ہی صبر کیا جاتا ہے (صحیح البخاری:۱۲۸۳، صحیح مسلم:۹۲۶)

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ **رقمطراز ہیں:** کہ اس روایت سے یہ دلیل ثابت ہو رہی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عورت کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا تھا، اور اُس وقت ایسا فرمانے سے خاموش رہنا حجت ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:۳، ص:۱۴۸)

۔۔۔یعنی، حضورِ اکرم ﷺ نے اُس عورت کو بلند آواز سے رونے سے منع فرمایا تھا، جبکہ اُس عورت کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں تو میں نے اُن سے عرض کیا۔۔۔ اَے اُم المومنین! آپ کہاں سے واپس تشریف لا رہی ہیں؟۔ تو اُم المومنین نے فرمایا:

میں اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر سے واپس آ رہی ہوں، میں نے عرض کی: کیا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ فرمایا: جی ہاں! پہلے منع فرمایا تھا پھر قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ (المستدرک علی الصحیحین:۱۳۹۲)

اِس روایتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جو جواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا، اُس سے یہ سمجھ آتی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں کیا تھا، ورنہ ام المومنین اُن کو ایسا جواب نہ دیتیں۔

شیخ عماد الدین بن احمد کہتے ہیں کہ جس شخص نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دی، انہوں نے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی لگائی کہ وہاں پر بے پردگی اور مرد و زن کا اختلاط نہ ہو اور وہاں پر عورتیں بلند آواز سے آہ و بکاہ اور

چیخیں نہ ماریں۔

۔۔۔قبروں کے اوپر تعمیراتی کام کرنا:

قبروں کے اوپر کچھ تعمیراتی کام کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک 'لحد' ہے، وہاں پر پتھر نصب کئے گئے اور آپ کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی تھی۔ (صحیح ابن حبان:٦٦٣٦)

۔۔۔امام خطاب رقمطراز ہیں:

قبر کے اوپر پتھر تمیز (فرق) کرنے کے لیے ہے۔ قبر پر تعمیر کرنا جائز ہے جبکہ نشاندہی کرنا تمیز کے لیے ہوتا ہے۔ اِس سلسلہ میں امام لخمی، ابن بشیر اور ابن عبدالسلام، تینوں متفق ہیں، البتہ قبر پر کچھ نہ کچھ تعمیر کرنا، دراصل دیگر قبروں سے فرق کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اس مؤقف کو ابن بشیر نے پسند کیا، مصنف کا کلام صاف طور پر یہ دلالت کرتا ہے، پتھر لگا کر قبر کو چاروں اطراف سے مختص کرنا فرق کرنے کے لیے ہوتا ہے اور ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے، خواہ وہ زمین کسی کی ملک میں ہو، وہاں پر مردہ دفن کرنا مباح ہو۔۔۔یا۔۔۔وہ زمین مردے دفن کرنے کے لیے چھوڑی گئی ہو، یہی معلومات امام لخمی، ابن بشیر اور ابن عبدالسلام کی گزشتہ آراء سے سمجھی جاتی ہیں۔ (مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج:٢،ص:٢٤٤)

معلوم ہوا کہ قبر پر کچھ تعمیر کرنا اور قبر کو ایک بالشت، زمین سے بلند کرنے کے عمل میں حکمت یہ ہے کہ ہر شخص کو علم ہو کہ یہ قبر ہے اور اُس پر نہ بیٹھا جائے۔۔۔یا۔۔۔اُس قبر کو ایسی اذیت دی جائے جس سے منع کیا گیا تھا۔

۔۔۔قبر پر کچھ نشانیاں قائم کرنا:

قبر پر کچھ علامات وشواہد (نشانیاں) قائم کرنا جائز ہیں اور فقہائے کرام کا اِس بارے میں اتفاق ہے، جیسا کہ ابو داؤد نے کثیر بن زید المدنی سے روایت کیا، انہوں نے مُطَّلِبْ سے روایت کیا کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ وصال پا گئے، اُن کا جنازہ پڑھا گیا اور اُن کو دفن کر دیا گیا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا جاؤ اور بڑا پتھر لے کر آؤ؟ وہ شخص گیا لیکن بڑے پتھر کو اُٹھانے کی طاقت نہ تھی، تو خود رسول اللہ ﷺ اُس شخص کی طرف تشریف لے گئے اور اُس پتھر کو اپنے دونوں بازوؤں پر اُٹھا لائے۔

کثیر نے کہا کہ مطلب نے کہا تھا کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی خبر بتائی اُس شخص نے کہا کہ گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے دونوں بازو مبارک کی سفید خوبصورتی کو دیکھ رہا ہوں، جس وقت اُنہوں نے اُس بڑے پتھر کو اپنے دونوں بازوؤں پر اُٹھایا تھا اور پھر اُس پتھر کو لا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے سرہانے کی طرف رکھ دیا تھا اور فرمایا:

اَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ، وَاَدْفُنُ اِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِیْ (سنن ابوداؤد:٣٢٠٦)

اِس بڑے پتھر کی وجہ سے مجھے اپنے بھائی کی قبر معلوم ہو جائے گی اور میرے اہل خانہ میں سے جو بھی فوت ہو گا، اُس کی قبر، میں اِن کی قبر کے پڑوس میں بناؤں گا۔

---قبر والے کا نام اور اُس کی تاریخ وفات لکھنا:

قبر والے شخص کا نام اور اُس شخص کی تاریخ وفات کا لکھنا جائز ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر والے شخص کا تعارف ہو کہ یہ کس شخص کی قبر ہے! اور اس پر قیاس کرتے ہوئے اُس شخص کی قبر پر پتھر رکھا جاتا ہے، اکابرین آئمہ کرام نے بھی یہ عمل کیا تھا۔

جس وقت امام ابن حجر ھیتمی علیہ الرحمہ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا قبروں پر لکھائی کرنا مکروہ ہے؟---یا---لکھائی کرنے کے لیے شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ، قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ اور مرحوم شخص کا نام وغیرہ لکھا جائے گا؟ تو امام ابن حجر ھیتمی علیہ الرحمہ نے جواب دیتے ہوئے کہا: ہمارے علماء نے قبروں پر لکھائی کرنے والے عمل کو مکروہ کہا ہے کیونکہ ایسا کرنے کے متعلق نہی وارد ہے۔

---اِس روایت کو امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ذکر کیا اور کہا کہ یہ روایت 'حسن صحیح' ہے۔ (سنن ترمذی:۱۰۵۲)

---جبکہ امام ترمذی پر محدث امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری علیہ الرحمہ نے اعتراض کیا اور کہا:

اس روایت پر عمل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مشرق سے لیکر مغرب تک مسلمان آئمہ کرام کی قبور پر لکھا جاتا رہا، اور یہ ایسا عمل ہے کہ سلف صالحین میں سے بعد میں آنے والے خلف نے ایسا ہی عمل کیا، لہٰذا ایسے عمل پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے فعل پر تمام ہم عصر آئمہ کرام نے بذاتِ خود عمل کیا اور آگے عمل کرنے کی تعلیم بھی دی اور اُن کے زمانہ میں کسی نے بھی اِنکار نہیں کیا، جبکہ ہمارے علمائے کرام نے مذکورہ حدیثِ نبوی کی وجہ سے ایسے عمل کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا، اِس سے بڑا اور کونسا اِنکار ہے؟ سبکی اور ازرعی نے قبر پر میت کے حالاتِ زندگی تحریر کرنے کو عمل زائد شمار کیا جبکہ سبکی کی عبارت عنقریب زیرِ مطالعہ آئے گی لیکن یہ واضح رہے کہ قبر کی نشانی قائم رکھنے کے لیے اُس پر کسی چیز کو بطور نشانی وعلامت وضع کرنا ایک 'مستحب' عمل ہے، اور اگر اُسی علاقہ کا رسم و رواج تحریری صورت میں ہو تو پھر مناسب ہے کہ ضرورت کے مطابق کچھ تحریر کیا جائے اور بقدر مناسب کچھ قبر پر لکھ دینا مکروہ نہیں ہوتا۔

(الفتاویٰ الفقهية الكبرىٰ، ج:۲، ص:۱۲)

میت کو دفن کرنے کے بعد اُس کی قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے، جیسا کہ مسلم نے روایت کیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا:

جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ قبر کی طرف کسی نوحہ کرنے والی عورت کو لے کر نہیں جانا اور نہ ہی اپنے ساتھ آگ لے کر جانا، جب تم مجھے دفن کر دو تو پھر میری قبر پر خوب مٹی ڈال دینا، پھر میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر ٹھہرنا، جتنی دیر اُونٹ کو ذبح کیا جاتا ہے اور اُس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور میں اپنے رب کے فرشتوں کے سوالات کا جواب دے دوں۔ (صحیح مسلم:۱۲۱)

---اِس حدیثِ نبوی کی شرح لکھتے ہوئے امام نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

۔۔۔اِس حدیثِ نبوی سے معلوم ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اُس کی قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے اور اتنی دیر ٹھہرا جائے جتنی دیر ٹھہرنے کا ذکر کیا گیا، اور اِس حدیث نبوی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کی قبر کے ارد گرد جو شخص موجود ہوتا ہے، میت اُس کی آواز بھی سنتی ہے۔ (شرح النووی علیٰ صحیح مسلم، ج:۲،ص:۱۳۹)

شیخ عمادالدین بن احمد تحریر کرتے ہیں: کہ اَے میرے بھائی! قبور کی زیارت کثرت سے کیا کرو؟ کیونکہ قبور کی زیارت کرنا ایک عبرت والا عمل ہے جیسا کہ سید الخلق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِیْ الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَةَ

زیارتِ قبور، دُنیا سے کنارہ کشی عطا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے

الٰہی! ہم سب کو ایسے لوگوں میں سے بنا دے جو ہر وقت موت کو یاد کرتے رہتے ہیں اور ہم سب کو اعمالِ صالحہ کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین



﴿حدیث نبوی ﷺ ۔۔۔۴۰﴾
﴿جس شخص کا آخری کلمہ 'لا الہ الا اللہ' ہو﴾

۔۔۔عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنه قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (سنن ابوداؤد:۳۱۱۶)
۔۔۔حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کی زبان پر آخری کلام لا الہ الا اللہ جاری ہوا، وہ شخص جنت میں داخل ہوگا
۔۔۔تشریح۔۔۔صحیح مسلم میں حدیثِ عثمان ذکر ہوئی تھی اُس کی تفسیر ذکر کرتے ہوئے امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا:
مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ،دَخَلَ الْجَنَّةَ
جو شخص اِس حالت میں فوت ہوا کہ وہ یہ جانتا تھا کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی
معبودِ حقیقی نہیں وہ شخص جنت میں داخل ہوگا
۔۔۔حضرت معاذ سے روایت ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ
جس شخص کا آخری کلام ۔۔۔لا الہ الا اللہ،۔۔۔ہوگا وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔
۔۔۔حضورا کرم ﷺ کا ایک فرمان یہ بھی ہے:
مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ
جو شخص اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملا کہ وہ شخص اُس کے ساتھ کسی کو شریک
نہیں ٹھہراتا تھا، تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا (صحیح البخاری:۱۲۹)
۔۔۔حضورا کرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:
مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (صحیح مسلم:۳۲)
کوئی بندہ بھی یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ
کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُس شخص پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے
اِس حدیثِ نبوی کی طرح اور دیگر احادیثِ مبارکہ بھی ہیں جن میں سے بعض حضرت عبادہ بن صامت اور
حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں۔ (صحیح مسلم:۳۳)
۔۔۔حدیثِ عبادہ میں ان کلمات کا اضافہ بھی ہے:

عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عَمَلٍ (صحیح مسلم:۲۸) اُس شخص کا کوئی بھی عمل کیوں نہ ہو، وہ شخص جنت میں جائے گا

۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَا یَلقٰی اللّٰہَ تعالٰی بِہما عبد غَیرَ شَاکٍّ فیہما اِلَّا دَخَلَ
الْجَنَّۃَ وانْ زنٰی وَانْ سَرَقَ (صحیح مسلم:۲۷)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملے کہ وہ کلمہء طیبہ کی دونوں شہادتوں کے بارے میں کسی طرح کا شک نہ کرتا ہو، تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا اگر چہ اُس نے زنا کیا ہو۔۔یا۔۔چوری کی ہو

مسلم شریف میں مذکورہ کلمات نہ ملے، لیکن صحیح مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، اُس سفر میں قوم کے پاس کھانے پینے کا سامان (زادِ راہ) ختم ہوگیا تھا، اُس سفر کے دوران حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔۔۔ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ، لَا یلقی اللّٰہ بِھِمَا عَبْدٌ غیرَ شاکٍ فیھما اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ، اس روایت میں یہی کلمات ہیں، مسلم شریف رقم الحدیث (۹۴) میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ذاک جبریل، أتاني فقال: مَنْ مَاتَ مِنْ اُمتِکَ لَا یشرکُ باللّٰہِ شَیْأً دَخَلَ الْجَنَّۃَ،

قال: قلتُ: وانْ زنیٰ وانْ سَرَقَ؟ قال: وانْ زنیٰ وانْ سَرَقَ

۔۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بذٰلِکَ وَجْہُ اللّٰہِ تعالٰی (صحیح مسلم:۳۳)

جس شخص نے۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر کہا
اُس پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔

یہ تمام مذکورہ احادیثِ نبویہ، امام مسلم علیہ الرحمہ نے صحیح مسلم میں روایت کی ہیں، انہوں نے یہ احادیث مبارکہ سلف صالحین سے روایت کی ہیں، جن میں حضرت ابن مسیّب بھی ہیں، واضح رہے کہ یہ روایات امر و نواہی اور فرائض کے نزول سے پہلے کی روایات ہیں جبکہ بعض محدثین نے کہا، یہ روایات مجمل ہیں اور ان کی شرح کرنے کی ضرورت ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کلمہء طیبہ پڑھا، اِس کا حق اَدا کیا، اِس کے فرائض اَدا کئے وہ شخص جنت میں جائے گا۔

یہ قول حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کا ہے۔ جبکہ یہ بھی کہا گیا۔۔۔جس شخص نے کلمہء طیبہ ندامت و شرمندگی اور توبہ کرتے ہوئے پڑھا تھا اور اسی کلمہء طیبہ پر ایمان لاتے ہوئے فوت ہوا، وہ شخص جنت میں جائے گا۔ یہ قول امام بخاری علیہ الرحمہ کا ہے۔

واضح رہے کہ ایسی تاویلات، احادیث مذکورہ کو ظاہری معنی و مفہوم پر محمول کرتی ہیں جبکہ ان کو ان روایات کے منازل و درجے پر محمول کرنے سے ان کی تاویل کرنے میں کسی قسم کی مشکل پیدا نہیں ہوتی، اس بات کو محققین نے واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

ہم سر فہرست یہ ذکر کرتے ہیں کہ تمام اہل سنت، سلف صالحین، محدثین اور فقہاء کا یہی مذہب و مشرب ہے، اس طرح تمام متکلمین کا مذہب و مشرب تمام اشعریین کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ:

یقیناً، تمام گنہگار، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آخرت میں ہوں گے، بے شک جو آدمی حالتِ ایمان پر فوت ہوا، خلوصِ دِل سے وہ آدمی۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔اور۔۔۔محمد رسول اللہ۔۔۔دونوں شہادتوں پر ثابت قدم رہا، وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا، اگر چہ وہ آدمی گناہوں سے توبہ تائب ہوا۔۔یا۔۔گناہوں سے سلامت رہا، تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا، اور مجموعی طور پر اُس آدمی پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی۔

اگر چہ اس تحریر میں دو[۲] لفظ ذکر کیے گئے کہ جس جس آدمی میں یہ صفت ہوئی، ہم نے اس کو واضح کیا ہے، اس معنی ومفہوم کی دو[۲] تاویلیں، امام حسن بصری اور امام بخاری نے بیان کردی ہیں، اگر چہ اُس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ حقوق ضائع کیے تھے۔۔یا۔۔اُس آدمی نے محرمات کا ارتکاب کیا تھا، اُس کی آخرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوگی۔ ایسے شخص کا دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہونے کے متعلق کوئی قطعی امر ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ وہ شخص جنت میں فوراً داخل ہو جائے گا؟ لیکن بالآخر ایسا شخص جنت میں داخل ہو جائے گا، جبکہ ایسے شخص کی جنت میں داخل ہونے کی حالت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوگی اگر وہ چاہے گا تو گناہوں کی وجہ سے وہ اس شخص کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو اپنے فضل وکرم سے اُس کو معاف فرما دے گا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اِس موضوع پر مشتمل احادیثِ نبویہ موجود ہوں اور اُن کو جمع کر دیا جائے تو بہت اچھا کام ہو گا، جبکہ مذکورہ ذکر کردہ شخص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ شخص جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہوگا، اور اس کی وضاحت ہم نے اہلِ سنت کے اجماع سے کردی کہ ہر توحید پرست جنت میں داخل ہوگا۔۔یا۔۔تو اُس کے گناہوں کو درگزر کر کے جلدی جلدی جنت میں داخلہ ہوگا۔۔یا۔۔پھر تاخیر کے ساتھ! واضح رہے کہ دوزخ کے حرام ہو جانے سے مراد ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ حرام ہوگی لیکن ایسے مسائل کے متعلق خوارج اور معتزلہ کا خلاف ہے۔

۔۔۔جبکہ حدیث نبوی کی روایت:

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس شخص کا آخری جملہ۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔ہوگا، وہ شخص جنت میں داخل ہوگا، ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا جائز ہے کہ اُس کی آخری گفتگو اور زندگی کے خاتمہ کا آخری لفظ یہ کلمہ ہو۔

اگر کوئی شخص جنت میں فوراً داخل ہوتا ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سبب بنی اور شروع سے ہی اُس کو جہنم کی آگ سے چھٹکارا مل گیا، لیکن ایسا شخص جو توحید پرست تھا لیکن شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت کے متعلق اُس کا ایمان کمزور تھا، اُس کی زندگی کا آخری جملہ کلمہ طیبہ تھا، وہ فوراً جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اِسی طرح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی میں وارد ہے اور وہ شخص جنت کے جس دروازے سے پسند کرے گا، داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۸)

خصوصاً جو شخص بھی کلمہ طیبہ پر ایمان لایا، حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اُس کے متعلق ذکر فرمایا، جس شخص نے حقیقتِ ایمان اور توحیدِ الٰہی کے بارے میں دونوں شہادتیں دیں، جیسا کہ حدیث نبوی میں گزرا۔ ایسے شخص کے لیے اجر

وثواب ہوگا، جس کی وجہ سے اُس کی خطائیں معاف ہوجائیں گی۔ ایسے شخص کے لیے مغفرت ورحمت واجب ہوجائے گی، اور ایسا شخص پہلی فرصت میں ہی جنت میں داخل ہوجائے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ. وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

یہ باتیں قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ کی تحریر کا خلاصہ ہیں، یہ باتیں خوبصورت ترین باتیں ہیں۔

(شرح النووی علیٰ صحیح مسلم، ج:۱،ص:۲۱۸۔۲۲۰)

۔۔۔امام ابن بطال علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں کہ مھلّب نے کہا:

آئمہ مسلمین کے مابین اِس بابت کے کوئی خلاف نہیں کہ جس شخص نے۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔پڑھا، اور اُس پر ایمان رکھتے ہوئے فوت ہوگیا، تو ایسے شخص کے لیے جنت میں داخلہ ضروری ہوگیا، لیکن حقوق العباد کا فیصلہ مکمل ہونے کے آخر میں اور مظلوم کو اُس کا حق۔۔مکمل دینے کے بعد ہی دخول جنت ممکن ہوگا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا تو اُن کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ آسانی پیدا کرنا، تنگی اور مشکلات پیدا نہ کرنا، لوگوں کو خوشخبری سنانا، متنفر نہ کرنا۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ عنقریب اہل کتاب میں سے ایک قوم آپ کے پاس آئے گی اور آپ سے پوچھے گی کہ جنت کی کنجی (چابی) کیا چیز ہے؟، تو اُن کو جواب دینا:

شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ

اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، اس ایمان وعقیدہ کی گواہی

دینا جنت کی کنجی ہے (شرح ابن بطال، ج:۳،ص:۲۳۶)

الٰہی! ہم سب کو زندگی کے اختتام پر۔۔۔لا الہ الا اللہ۔۔۔بولنے کی توفیق عطا فرما۔ بغیر حساب وسزا کے ہم سب کو جنت میں داخل فرما، آزمائش وعذاب سے محفوظ فرما۔ (آمین)



﴿خاتمہ﴾

اِس کتاب کے اختتام پر میں بذاتِ خوداور اپنے سالکین بھائیوں کو کثرت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں تاکہ اُن کی آخرت کی تیاری ممکن ہو۔ آخرت کے طلبگار کے لیے روزانہ پڑھنے کاورد وظیفہ تجویز کرتا ہوں کہ روزانہ قرآن کریم سے ایک پارہ تلاوت کرے اور استقامت کے ساتھ روزانہ ایک ایسی سورت کی تلاوت کا معمول بنائے جس سورت کی تلاوت کے فضائل صحیح احادیث نبویہ میں موجود ہوں!۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ فاتحہ شریف کی فضیلت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے، آسمان کی سمت سے ایک آواز سنی تو فرمایا:

یہ آسمان کا ایسا دروازہ ہے جو آج کے دن کھولا گیا، آج سے پہلے اس دروازہ کو کبھی نہیں کھولا گیا،

اس دروازہ سے ایک فرشتہ اُترا اور اُس نے کہا: یہ ایسا فرشتہ ہے جو آج کے دن ہی زمین پر اُترا ہے،

اس دن سے پہلے یہ کبھی بھی زمین پر نہیں اُترا، اُس فرشتہ نے سلام کیا اور بولا:

اَے اللہ کے نبی! میں آپ کو دو۲ ایسے نوروں کی بشارت سناتا ہوں جو نور آپ کو ہی عطا کئے گئے ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے تھے: ایک نور سورۂ فاتحہ شریف اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات! جو شخص اِن دونوں نوروں میں سے ایک حرف بھی تلاوت کرے گا۔ اُس کو اجر وثواب ملے گا۔ (صحیح مسلم:۸۰۶)

۔۔۔سورۂ بقرہ کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجۡعَلُوۡا بُیُوۡتَکُمۡ مَقَابِرَ، اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡفُرُ مِنَ الۡبَیۡتِ
الَّذِیۡ تَقۡرَأُ فِیۡهِ سُوۡرَةُ الۡبَقَرَةِ (صحیح مسلم:۷۸۰)

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اُس گھر سے بھاگ جاتا ہے
جس گھر میں سورۂ بقرہ شریف کی تلاوت کی جائے

۔۔۔جیسا کہ سورۂ بقرہ شریف کی آخری دو۲ آیتوں کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ قَرَأَ بِالۡاٰیَتَیۡنِ مِنۡ آخِرِ سُوۡرَةِ الۡبَقَرَةِ فِیۡ لَیۡلَةٍ کَفَتَاهُ (صحیح بخاری:۵۰۰۹)

جس شخص نے رات کے وقت سورۂ بقرہ شریف کی آخری دو۲ آیتیں تلاوت کیں، یہ دو۲ آیتیں اُس کو کافی ہوں گی

یہ بات بھی واضح ہے کہ ہر فرض نماز اَدا کرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھی جائے، یہ مستحسن عمل ہے، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ قَرَأَ آیَةَ الۡکُرۡسِیۡ دُبُرَ کُلِّ صَلَاةٍ مَکۡتُوۡبَةٍ لَمۡ یَمۡنَعۡهُ مِنۡ
دُخُوۡلِ الۡجَنَّةِ اِلَّا الۡمَوۡتُ (السنن الکبریٰ للنسائی:۹۸۴۸)

جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے علاوہ اور
کوئی دوسری چیز اُس کو جنت میں داخل ہونے سے منع نہیں کرسکتی

وہ سورت جس کی جمعۃ المبارک کے دن تلاوت کرنا ایک اچھا عمل ہے، وہ سورۃ الکھف ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا:

اِنَّ مَنْ قَرَأَ سورة الكهفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَضاءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ
مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (المستدرک للحاکم:۳۳۹۲)

بیشک جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن سورۃ الکھف تلاوت کی، تو دو ۲ جمعوں کے
درمیانی دنوں میں اُس کے لیے یہ سورۃ نور کی طرح روشنی کرے گی

۔۔۔مسلم شریف کی روایت ہے:

مَنْ حَفِظَ عَشَرَ آياتٍ مِنْ اَوَّلِ سورةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم:۸۰۹)

جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس ۱۰ آیات زبانی حفظ کیں وہ شخص دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا

۔۔۔ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ قَرَأَ عَشَرَ آياتٍ مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (مسند احمد:۲۷۵۱۶)

جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس ۱۰ آیات تلاوت کیں، وہ شخص دجال کے فتنے سے محفوظ ہوگا

سورۂ یٰسین ایسی سورت ہے، جس کی تلاوت روزانہ کرنا ایک مستحسن عمل ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ يٰسين فِيْ لَيْلَةٍ اُصْبِحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ، وَمَنْ قَرَأَ حٰمٓ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا الدُّخَانِ
فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ اُصْبِحَ مَغْفُوْرًا لَهٗ (مسند ابویعلیٰ:۶۲۲۴)

جس شخص نے رات کے وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت کی، صبح تک اُس کی مغفرت ہو جاتی ہے، جس شخص نے سورۂ حٰمٓ کی تلاوت کی، ایسی صورت حٰمٓ جس کو سورۂ دخان کہتے ہیں، اگر کسی نے شبِ جمعہ کو اس کی تلاوت کی، صبح تک اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

اور اس طرح سورۂ واقعہ، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا (شعب الایمان:۲۲۶۹)

جو شخص ہر شب، سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتا ہے اُس کو کبھی بھی فاقہ نہیں پہنچے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادیوں کو فرمایا کرتے تھے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کیا کرو۔ اس روایت کو بیہقی نے 'شعب الایمان' میں ذکر کیا۔ اسی طرح ہر شب کو سورۂ ملک کی تلاوت کرنے کی فضیلت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

هِيَ المَانِعَةُ ،هِيَ الْمُنجِيَةُ، تُنجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (سنن ترمذی:۲۸۹۰)

سورۂ ملک: عذابِ الٰہی کو منع کرنے والی سورت ہے، یہ ہر تکلیف سے نجات دینے والی سورت ہے، عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

میں ہر روز صبح وشام کے اذکار ووظائف کرنے کی بھی نصیحت کرتا ہوں، خاص طور پر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کثرت کے ساتھ استغفار کیا جائے اور کثرت سے حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجا جائے۔

۔۔۔امام عبداللہ بن علوی الحداد علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

تحقیق ہم کو یہ خبر پہنچی کہ یقیناً شیطان ملعون کہتا ہے۔۔۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہے کہ الٰہی! میری زندگی کا خاتمہ اچھا فرما! اُس شخص کی اس دُعا سے میری کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ نعمتِ اسلام کے حصول پر کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے، شکر بجالانا چاہیے، کیونکہ اسلام کی نعمت سب نعمتوں سے عظیم نعمت ہے، سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دُنیا کی تمام نعمتیں عطا فرما دے اور اُس کو اسلام سے محروم کرے تو یہ شخص کے لیے وبال ہے، اور اگر کسی شخص کو نعمتِ اسلام عطا فرمادے اور دُنیاوی نعمتوں سے محروم کردے تو یہ اس کے لیے نقصان دہ نہیں، کیونکہ دُنیا کی تمام نعمتوں والا شخص مرے گا تو جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگا جبکہ دوسرا شخص جس کو صرف نعمتِ اسلام نصیب ہوئی تھی، وہ فوت ہوگا تو اُس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ (النصائح الدينية والوصايا الايمانية، ص:۳۴)

الٰہی، ہماری طرف سے یہ سب کچھ قبول فرما، بیشک تُو سننے والا ہے جاننے والا، ہماری توبہ قبول فرما، بیشک تُو توبہ قبول فرمانے والا ہے، اعمال صالح پر ہمارا خاتمہ فرما، بغیر کسی عذاب وحساب اور آزمائش کے ہمیں جنت میں داخل فرما۔ الٰہی! ہم کو حالتِ اسلام پر موت عطا فرما، ہم کو صالحین کا ساتھ عطا فرما، ہماری بخشش فرما، ہمارے والدین، خاندان، نسل، مشائخ اور ہر اُس شخص کی مغفرت فرما جس کا ہمارے ذمہ کوئی حق ہے۔ تمام مسلمین ومسلمات، زندہ وفوت شدگان کی مغفرت فرما، بیشک تُو سننے والا اور دُعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

نوٹ:۔۔۔سوموار (پیر) کے دن کتاب ھذا تحریر کرنے سے فارغ ہوا، ۱۹/ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۱۳/ستمبر ۲۰۱۴ء، نیویارک کے شہر مڈل ٹاؤن (امریکہ) میں مقیم تھا۔

تحریر کردہ: خادم دین اسلام

عماد الدین بن احمد ابی حجلة

تکمیل اردو ترجمہ بقلم:۔ محمد سجاد حسین شامی

(GMS) گڑھی شاہ محمد

ضلع ھری پور ہزارہ (پاکستان)

۸/مارچ ۲۰۱۸ء بمطابق ۱۹/جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

لِلّٰهِ الْحَمْدُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ

﴿مؤلف کے تعلق سے چند کلمات﴾

فضیلۃ الشیخ عماد الدین بن احمد (مؤلف کتاب ھٰذا) کا تعارف:

آپ کا نام: 'عماد الدین بن احمد بن شریف بن ابی حجلہ' ہے، ۱۹۶۰ء میں فلسطین کے ایک صوبہ نابلس کے گاؤں (سنّیریا) میں پیدا ہوئے۔ شرعی علوم اہل علم کی ایک بڑی جماعت سے حاصل کیے اور آپ نے عقیدہ تفسیر، حدیث نبوی اور فقہ شافعی کو مطالعہ کیا۔

ولایت متحدہ امریکہ کے علاقہ میساچوسیٹس (Massachusetts) میں ۱۹۸۸ء میں مقیم ہوئے اور ۲۰۰۵ء سے دعوت وتبلیغ میں سرگرم عمل ہو گئے۔ ۱۹۹۲ء میں میساچوسیٹس (Massachusetts) ولایت میں آپ نے علوم شرعیہ کی تدریس کے لیے علمی ادارہ بنام 'مدرسۃ الرازي الاسلامیۃ' تعمیر کیا۔ آپ کے متعدد تلامذہ نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا اور انہوں نے امریکہ کے مختلف علاقوں میں اسلامک سینٹر اور تعلیمی مراکز قائم کیے۔ بوسٹن (Boston) شہر کے بین الاقوامی تعلیمی ادارے، نیوہیمشیر (New Hempshire) ولایت کے مانچیسٹر کالج (Manchester College)، کیمبرج (Cambridge) شہر کی ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) میں آپ نے شرعی علوم کے بہت زیادہ تعلیمی کورسز (Courses) منعقد کیے۔ مختلف جگہوں میں اسلام کی دعوت پہچانے کے لیے آپ نے مختلف کانفرنس اور سیمینارز میں شرکت کی۔

تالیفات:

آپ کی تالیفات میں کتاب ھٰذا 'مرشد الانام اِلی روٴیۃ الھلال واحکام الصیام' سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے 'القول العطر في مصارف الزكاة وصدقة الفطر' اور 'الدرّةُ البهية في معرفة الفروض العينية' 'النجوم الامعۃ' تالیف کیں، مذکورہ تین ۳ کتب زیور طبع سے آراستہ ہیں، ان کتب کے علاوہ دیگر کتب طبع کے مراحل میں ہیں۔

مترجم کا تعارف

مترجم کتاب ھذا، ۷ر دسمبر ۱۹۷۹ء کو ضلع ھری پور ھزارہ کے مضافاتی علاقہ (Dhendah) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اسی علاقہ کے پرائمری اسکول میں حاصل کی، لاہور شہر میں واقع جدید علمی درسگاہ 'جامعہ اسلامیہ لاہور' میں دوران تعلیم، تنظیم المدارس اہلسنت (پاکستان) بورڈ سے ۲۰۰۰ء میں (الشهادة العالمية في العلوم العربيه و الاسلامية) کی سند، درجہء ممتاز سے حاصل کی جبکہ اورینٹل کالج لاہور سے ریگولر ایم۔اے، عربی کی ڈگری درجہء اول میں حاصل کی، اور ایک تحقیقی مقالہ 'الشواهد الشعرية في شرح الجامي علىٰ الكافية' بھی لکھا۔

مادر علمی 'جامعہ اسلامیہ، لاہور' میں دوران تعلیم، محقق عصر مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ، شرف ملت شیخ الحدیث عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ، ڈاکٹر فضل حنان سعیدی حفظہ اللہ، وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔

دمشق (شام) میں پانچ سالہ تعلیمی قیام کے دوران 'معهد الفتح الاسلامی' کے 'شعبہء تخصص في اللغة العربية' میں تعلیم حاصل کی۔ اس دوران شیخ عبد الفتاح البزم، شیخ حسام الدین الفرفور، شیخ عبد الرزاق الحلبی، شیخ ادیب الکلاس، شیخ کریم الراجح، شیخ احمد الاحمد، ڈاکٹر شوقی ابو خلیل، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ڈاکٹر ایمن الشوا اور ڈاکٹر عبد الحفیظ السطلی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور خوب علمی استفادہ کیا، جبکہ موصوف کو ابدال شام، شیخ احمد الحبال اور شیخ حمدی الاعرابي علیہم الرحمہ کی مجالس ذکر میں بھی حاضری کا شرف حاصل رہا۔

شیخ احمد کفتارو کے دمشق (شام) میں واقع تعلیمی ادارے 'مجمّع ابو النور' میں منعقدہ 'گیارھواں یونیورسل کورس برائے امام و خطیب'، ۲۰۰۶ء میں بھی تعلیم کا موقع ملا اور اعزازی سند بھی عطا کی گئی۔

علامہ محمد سجاد حسین شامی زید مجدہٗ نے ھری پور ھزارہ کے ایک مشہور صوفی بزرگ، غوث الزماں، خواجہ محمد عبد الرحمٰن علوی قادری چھوھروی علیہ الرحمہ کے تصنیف کردہ درود و سلام کے تیس پارے بنام 'مجموعہ صلوات الرسول' کا مختصر تحقیقی جائزہ بھی تحریر کیا، جس کو دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ، ھری پور نے شائع کیا۔ شیخ عماد الدین (مصنف کتاب ھذا) کی تحریر کردہ عربی کتاب 'مرشد الانام الىٰ رؤية الهلال و احكام الصيام' کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا جس کو ہمارے ادارے 'گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، امریکہ) اور نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن (ورجینیا، امریکہ) نے زیور طبع سے آراستہ کیا۔ واضح رہے کہ کتاب ھذا کو بھی یہی ادارے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

شیخ عماد الدین حفظہ اللہ کی ایک تیسری عربی کتاب بنام 'النجومُ اللامعةُ في ثقافةِ المسلم الجامعةِ' ایک ضخیم کتاب ہے، علامہ شامی زید مجدہٗ اپنی تعلیمی و تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی اردو زبان کے قالب میں ڈھال رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مترجم، موصوف کے دیگر مختصر رسائل و تراجم بھی ہیں جو غیر مطبوع ہیں۔ واضح رہے کہ مترجم ھذا کے والد بزرگوار، مولانا مفتی محمد اسلم ھزاروی نقشبندی علیہ الرحمہ کی بھی بہت سی تحریر کردہ علمی تحقیقات ہیں جن کو مرتب و مدون کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، مترجم کتاب ھذا کو ایسے علمی کام کرنے پر استقامت، اُن کے اوقات میں برکت اور اُن کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

منجانب: گلوبل اسلامک مشن (نیویارک امریکہ)

﴿مصادر ومراجع﴾

١...(المصباح المنير فی غريب شرح الكبير) للفيومی (٧٧٠هـ)،المكتبة العلميه،بيروت.(د.ت)
٢...(النهايه فی غريب الحديث والاثر) لابن الاثير الشيبانی (٦٥٦هـ)تحقيق: طاهر احمد الزاوی ومحمود محمد الطناحی، مصر(١٩٦٣م).
٣...(الاحسان فی تقريب صحيح ابن حبان)، ترتيب: الأمير علاء الدين علی بن بلبان الفارسی (٧٣٩هـ)، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرساله، بيروت، ط ١،(١٤٠٨هـ،١٩٨٨م)
٤...(احياء علوم الدين لابی حامد الغزالی، دارالمعرفه، بيروت)
٥...(اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان) لمحمد بن ابی بكر بن ايوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزيه (٧٥١هـ)، تحقيق: محمد حامد الفقی، مكتبه المعارف، الرياض.
٦...(الايمان بالرسل) للأستاذ احمد عز الدين البيانونی، دارالسلام.
٧...(بهجة قلوب الأبرار وقرة عيون الأخيار فی شرح جوامع الأخبار)، لأبی عبدالله، عبدالرحمن ابن ناصر بن عبدالله بن ناصر بن حمد آل سعدی (١٣٧٦هـ)، تحقيق: عبدالكريم ابن رسمی ال الدرينی، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، ط ١، (١٤٢٢هـ.٢٠٠٢م).
٨...(تاريخ مدينه دمشق)لابن عساكر (٥٧١هـ)دراسة وتحقيق: محب الدين ابی سعيد عمر بن غرامة العمروی. دارالفكر، بيروت (١٤١٥هـ.١٩٩٥م وما بعدها).
٩...(تحفة الأبرار بنكت الأذكار)للنووی، لعبدالرحمن بن أبی بكر، جلال الدين السيوطی.(٩١١هـ) تحقيق: محی الدين مسعود، مكتبة دارالتراث ،المدينة المنوره، ط ١ (١٤٠٧هـ.١٩٨٧م).
١٠...تفسير الرازی: مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)، لفخر الدين محمد بن عمر الرازی ، دارالكتب العلميه، طهران. ط ٢
١١...تفسير القرآن العظيم لأبی الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقی ،دارالمعرفه بيروت، لبنان. (١٤٠٣هـ.١٩٨٣م).
١٢... حاشية الامام البيجوری علی جوهرة التوحيد، المسمی تحفة المريد علی جوهرة التوحيد،تحقيق: علی جمعه، محمد الشافعی، دارالسلام للطباعة والنشر، القاهره، ط ١ .(١٤٢٢هـ. ٢٠٠٢م).
١٣... الحاوی الكبير فی فقه مذهب الامام الشافعی وهو شرح مختصر المزنی ،لابی الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبيب البغدادی،الشهيربالماوردی(٤٥٠هـ)،تحقيق: محمد معوض وعادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلميه، بيروت، لبنان، ط ١ ، (١٤١٩هـ.١٩٩٩م).
١٤...حقائق عن التصوف للشيخ المربی عبدالقادر عيسی، مكتبة دارالعرفان.
١٥...حلية الاولياء: لأبی نعيم احمد بن عبدالله الأصفهانی، (٤٣٠هـ)،دارالكتب العلميه، بيروت.لبنان
١٦...دارالكتب العلميه،بيروت. لبنان،ط ١ ،(١٤٢٠هـ.١٩٩٩م)
١٧...دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، لمحمد علی بن محمد بن علان البكری الصديقی الشافعی (١٠٥٧هـ)، اعتنی بها: خليل مأمون شيحا، دارالمعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت. لبنان، ط ٤، (١٤٢٥هـ٢٠٠٤م).
١٨...رسالة المعاونة والمظاهرة والموازرة، عبدالله بن علوی الحداد، طبع مصطفی البابی الحلبی وأولاده، مصر (١١٣٧هـ).
١٩... الزهد،لأحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی (٢٤١هـ)، وضع حواشيه:محمدعبدالسلام شاهين، دارالكتب

العلميه،بيروت. لبنان، ط ١ ، (١٤٢٠ھ.١٩٩٩م).
٢٠...سبل السلام، لمحمد بن اسماعيل بن صلاح بن محمد الحسنى الصنعانى (١١٨٢ھ)، دارالحديث.
٢١... السلفية، مرحلة زمنية مباركة لا مذهب اسلامى، للدكتور محمد سعيد رمضان البوطى،دارالفكر،دمشق.
٢٢... سنن ابن ماجه: لابى عبدالله محمد بن يزيد القزوينى،(٢٧٣ھ)،تحقيق: محمد فؤاد عبدالباقى،مطبعة دار احياء الكتب العربية لعيسى البابى الحلبى، مصر.
٢٣... سنن أبى دائود: لأبى داود سليمان بن الأشعث السجستانى،(٢٧٥ھ)، تحقيق: عزت عيد الدعاس وعادل السيد، دارابن حزم، ط ١ ، (١٤١٨ھ١٩٩٧م).
٢٤... سنن الترمذى: لأبى عيسى محمد بن سورة الترمذى، (٢٧٩ھ)، تحقيق:د. بشار عواد معروف، دارالجيل ، ودارالغرب الاسلامى ،بيروت، ط٢، (١٩٩٨م).
٢٥...السنن الكبرى: لأبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى، (٤٥٨ھ)، تحقيق: محمد عبدالقادر عطاء دارالكتب العلميه،بيروت، ط٣، (١٤٢٤ھ.٢٠٠٣م).
٢٦...السنن الكبرى، لأبى عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائى(٣٠٣ھ)، حققه وخرج أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبى، أشرف عليه: شعيب الأرناؤوط، قدم له: عبدالله بن عبدالمحسن التركى، مؤسسة الرساله، بيروت، ط ١ ، (١٤٢١ھ.٢٠٠١م).
٢٧...سنن النسائى (المجتبى) لأبى عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائى (٣٠٣ھ)، ومعه (زهر الربى على المجتبى)، للسيوطى مع تعليقات مقتبسة من حاشية السندى ، تحقيق: عبدالفتاح أبوغدة، مكتب المطبوعات الاسلاميه. حلب، ط٢،(١٤٠٦ھ.١٩٨٦م).
٢٨...سنن سعيد بن منصور،لأبى أبوعثمان سعيد بن منصورالجوزجانى (٢٢٧ھ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى، الدارالسلفية، الهند،ط١، (١٤٠٣ھ.١٩٨٢م).
٢٩...شرح الفقه الاكبر المسمى: منح الروض الأزهر فى شرح الفقه الاكبر، لعلى بن سلطان محمد القارى، تحقيق: وهبى سليمان غاوجى، دارالبشار الاسلامية ،بيروت، ط١، (١٤١٩ھ١٩٩٨م).
٣٠... شرح المقاصد فى علم الكلام، لسعد الدين مسعود بن عمر بن عبدالله التفتازانى، (٧٩١ھ)، دارالمعارف النعمانية، باكستان، (١٤٠١ھ.١٩٨١م).
٣١...شرح صحيح البخارى لابى الحسن على بن خلف ابن بطال (٤٤٩ھ)، تحقيق: ابى تميم ياسر بن ابراهيم، مكتبة الرشد. السعودية، الرياض، ط٢، (١٤٢٣ھ. ٢٠٠٣م).
٣٢...شرح صحيح مسلم، لمحى الدين يحيىٰ بن شرف النووى، (٦٧٦ھ)، مصورة داراحياء التراث العربى، بيروت، عن الطبعة المصرية بالازهر، القاهرة، ط ١ ، (١٣٤٧ھ.١٩٢٩م).
٣٣...شعب الايمان لابى بكر احمد بن الحسين بن على البيهقى (٤٥٨ھ)، تحقيق، د.عبدالعلى عبدالحميد حامد، ومختار احمد الندوى، مكتبة الرشد، الرياض ،بالتعاون مع الدار السلفية ببومباى بالهند، ط١، (١٤٢٣ھ.٢٠٠٣م).
٣٤... الشفا بتعريف حقوق المصطفى ،لابى الفضل قاضى عياض بن موسىٰ اليحصبى (٥٤٤ھ)، دارالفكر الطباعة والنشر والتوزيع، (١٤٠٩ھ.١٩٨٨م).
٣٥... الصحاح (تاج اللغة وصحاح العربية)، لاسماعيل بن حماد الجوهرى ،تحقيق : احمد بن الغفور عطار، دارالعلم للملايين، بيروت، ط٣،(١٩٨٤م).
٣٦... صحيح البخارى، لابى عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى، (٢٥٦ھ)، بعناية: محمد زهير الناصر، دارطوق النجاة ،ط ١ ، (١٤٢٢ھ).

٣٧... الطبقات الكبریٰ، لابی عبدالله محمد بن سعد، تحقیق: احسان عباس، دارصادر بیروت، ط١، (١٩٦٨ھ).
٣٨... العلل الواردة فی الأحادیث النبویة: لأبی الحسن علی بن عمر الدارقطنی، (٣٨٥ھ). تحقیق: محفوظ الرحمن زین الله السلفی، دارطیبة، الریاض، السعودیة، ط ١، (١٤٠٥ھ.١٩٨٥م).
٣٩... عمدة القاری فی شرح صحیح البخاری، لابی محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بدرالدین العینی (٨٥٥ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت.
٤٠... الفتاوی الفقهیة الكبری، لأحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی، ٩٧٤ھ)، جمعها: تلمیذ ابن حجر الهیتمه، الشیخ عبدالقادر بن احمد بن علی الفاكهی المكی (٩٨٢ھ)، المكتبة الاسلامیه.
٤١... فتاوی النووی: لابی زكریا محی الدین یحیی بن شرف النووی (٦٧٦ھ)، ترتیب: تلمیذه الشیخ علاء الدین بن العطار، تحقیق وتعلیق: محمد الحجار، دارالبشار الاسلامیه للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، ط٦، (١٤١٧ھ.١٩٩٦م).
٤٢... فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاحمد بن علی بن حجر أبوالفضل العسقلانی الشافعی، رقم كتبه وأبوابه وأاحادیثه: محمد فؤاد عبدالباقی، قام باخراجه وصححه وأشرف علی طبعه: محب الدین الخطیب، تعلیقات العلامة: عبدالعزیز بن عبدالله بن باز، دارالمعرفة، بیروت، (١٣٧٩ھ).
٤٣... فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، لزین الدین محمد المدعو بعبدالرؤوف بن تاج العارفین ابن علی المناوی(١٠٣١ھ)، المكتبة التجاریة الكبری. مصر، ط ١، (١٣٥٦ھ).
٤٤... مسند البزار، لأبی بكر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار، (٣٠٣ھ)، تحقیق: محفوظ الرحمن زین الله وآخرین، مكتبة العلوم والحكم، المدینة المنورة، ط ١، (بدأت ١٩٨٨م، وانتهت٢٠٠٩م).
٤٥... الاذكار، لأبی زكریا محی الدین یحیی بن شرف النووی (٦٧٦ھ)، تحقیق: عبدالقادر الأرناؤوط، دارالفكر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت.
٤٦... الحاوی للفتاوی، لعبدالرحمن بن أبی بكر، جلال الدین السیوطی (٩١١ھ)، دارالفكر للطباعة والنشر، بیروت، لبنان (١٤٢٤ھ.٢٠٠٤م).
٤٧... السیرة الحلبیة: انسان العیون فی سیرة الأمین المؤمون، لعلی بن ابراهیم بن أحمد الحلبی، أبوالفرج، نورالدین ابن برهان الدین (١٠٤٤ھ)، دارالكتب العلمیه، بیروت، ط ٢، (١٤٢٧ھ).
٤٨... الصواعق المحرقة علی أهل الرفض والضلال والزندقة، لأحمد بن محمد بن علی ابن حجر الهیتمی، (٩٧٤ھ)، تحقیق: عبدالرحمن بن عبدالله التركی. كامل محمد الخراط.
٤٩... عارضة الأحوذی بشرح صحیح الترمذی، لمحمد بن عبدالله بن محمد المعافری، أبو بكر ابن العربی (٥٤٣ھ)، دارالكتب العلمیه، بیروت.
٥٠... كشاف القناع عن متن الاقناع، لمنصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن ابن ادریس البهوتی الحنبلی (١٠٥١ھ)، دارالكتب العلمیه.
٥١... كنزالعمال، لعلاء الدین علی بن عبدالملک المعروف بالمتقی الهندی (٩٧٥ھ)، تحقیق: بكری حیالی، صفوة السقا، مؤسسة الرساله، ط٥، (١٤٠١ھ.١٩٨١م).
٥٢... الكواكب الدراری فی شرح صحیح البخاری، لمحمد بن یوسف بن علی بن سعید، شمس الدین الكرمانی (٧٨٦ھ)، داراحیاء التراث العربی، بیروت. لبنان ط ٢، (١٤٠١ھ.١٩٨١م).
٥٣... مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمی (٨٠٧ھ)، تحقیق: حسام الدین القدسی، منشورات دارالكتاب العربی، بیروت. لبنان(١٤١٤ھ.١٩٩٤م).
٥٤... المجموع، لمحی الدین یحیی بن شرف النووی (٦٧٦ھ)، تحقیق: محمد نجیب المطیعی، مكتبة

الارشاد، جدّة.
٥٥... المستدرک علی الصحیحین: لأبی عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیسابوری، (٤٠٥هـ)، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیه، بیروت.لبنان، ط٢، (١٤٢٢هـ.٢٠٠٢م).
٥٦...مسند أبی یعلی الموصلی، لأحمد بن علی، تحقیق: حسین سلیم أسد، دارالمأمون للتراث، دمشق، ط١، (١٩٨٤م).
٥٧...مسند أحمد بن حنبل: لأبی عبدالله أحمد بن حنبل، (٢٤١هـ)، تحقیق: شعیب الأرناؤوط ومن معه، مؤسسة الرسالة، بیروت. لبنان، ط ١، (١٤٢٠هـ.١٩٩٩م).
٥٨...المسند الصحیح المختصر: لأبی الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری: (٢٦١هـ)، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، داراحیاء التراث العربی، بیروت.لبنان.
٥٩...المعجم الأوسط: لأبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی، (٣٦٠هـ)، تحقیق: طارق بن عوض الله وعبد المحسن الحسینی، دارالحرمین، القاهرة.مصر، (١٤١٥هـ.١٩٩٥م).
٦٠... المعجم الصغیر، لأبی القاسم سلیمان بن أحمد بن الطبرانی (٣٦٠هـ)، تحقیق:محمد شکور محمود الحاج امریر،المکتب الاسلامی، بیروت، دارعمار، عمان، ط ١، (١٤٠٥هـ.١٩٨٥م).
٦١...المعجم الکبیر: لأبی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،(٣٦٠هـ)، تحقیق: حمدی السلفی،مکتبة ابن تیمیة، القاهرة.مصر، ط ٢، (١٤١٥هـ.١٩٩٤م)، طبعة ثانیة:تحقیق: فریق من الباحثین باشراف وعنایة د. سعد بن عبدالله الحمید،ود. خالد بن عبدالرحمن الجریسی، (تقابل ج١٣،١٤ من المعجم الکبیر).
٦٢...مغنی المحتاج الی معرفة معانی ألفاظ المنهاج، لشمس الدین، محمد بن أحمدالخطیب الشربینی الشافعی (٩٧٧هـ)، دارالکتب العلمیه، ط ١، (١٤١٥هـ.١٩٩٤م).
٦٣...المغنی، للموفق عبدالله بن احمد بن قدامة المقدسی، دارالفکر، بیروت، ط١، (١٤٠٥هـ).
٦٤... مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، لشمس الدین أبوعبدالله محمد بن محمد المعروف بالحطاب الرعینی المالکی (٩٥٤هـ)، دارالفکر، ط٣،(١٤١٢هـ.١٩٩٢م).
٦٥...الناشر: مؤسسة الرسالة، لبنان، ط ١، (١٤١٧هـ.١٩٩٧م).
٦٦...نیل الأوطار،لمحمد بن علی الشوکانی،تحقیق:عصام الدین الصبابطی، دارالحدیث،مصر،ط١، (١٤١٣هـ.١٩٩٣م).

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

﴿ہماری دیگر مطبوعات﴾

---۔اردو ترجمۂ قرآن بنام 'معارف القرآن'۔۔۔

از: محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس ترجمۂ قرآن کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا۔۔۔ ''شہزادے آپ اردو میں قرآن لکھ رہے ہیں''۔

۔۔۔محدث اعظم ہند کی نعتیہ شاعری اور حیات وخدمت۔۔۔

Ph.D مقالہ (۵۵۲ صفحات) از: محمد فرحت علی صدیقی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

۔۔۔سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی۔۔۔

از: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی

(۱۰ جلدوں پر مبنی آسان اردو تفسیر قرآن)

۔۔۔الاربعین الاشرفی۔۔۔

از: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی

(مشکوٰۃ شریف، باب ایمان سے ۴۰ر احادیثِ نبویہ ﷺ کی محققانہ تشریح)

۔۔۔مسلم پرسنل لاء۔۔یا۔۔اسلامک لاء؟۔۔۔

از: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی

۔۔۔قانون شریعت۔۔۔

از: حضرت علامہ مفتی احمد شمس الدین رضوی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

(روزمرہ کی ضروریات کے متعلق ۲۵۰۰ مسائل پر مبنی جدید ایڈیشن)

۔۔۔جمال الٰہی۔۔۔

از: شیخ الاسلام حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

۔۔۔فیضان سہروردیہ مع آدابُ المریدین (اردو)۔۔۔

از: محمد عبدالسلام سہروردی و شیخ الاسلام حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

۔۔۔مسئلہ رؤیت ھلال اور احکام صیام کا تحقیقی جائزہ۔۔۔

تالیف: شیخ عمادالدین بن احمد بن ابی حجلۃ حفظہ اللہ مترجم: علامہ محمد سجاد حسین شامی (فاضل دمشق، شام)

---طِبُّ القرآن (علاج بالماء)---

از: حضرت حکیم عبدالغفار ذوقی المصطفائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شیطان کی پہچان وجسمانی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں کے سدباب کے متعلق ایک بہترین تحریر

--علاوہ ازیں--شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی تحریر کردہ درج ذیل کتب

مقالات شیخ الاسلام---تعلیم دین وتصدیق جبرائیل امین---محبت رسول روح ایمان---دین کامل

فریضہء دعوت وتبلیغ---حدیث نیت کی شرح---مسئلہ سلام وقیام اور محفل میلاد (محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ)

(اور ان تمام کتب کے انگریزی زبان میں تراجم بھی)

Would You Like To Know Something About Islam

Mohammad Masood Ahmed

Essentials Of Islam

The Least We Should Know

Mohammad Masood Ahmed

Educational Series Books

1...Allah,The Lord of All The Worlds 2...The Prophet of All Prophets

3...Ramadan 4...101 Islamic Terms 5...The Name Muhammad ﷺ

6...The Burial Process of A Muslim 7...Our Daughters

---غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک بہترین کتاب---

Would You Like To Know Something About Islam

کا فرنچ، اسپینش اور البانیہ کی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے جبکہ اردو، عربی، ہالینڈ کی ڈچ اور جرمن زبانوں میں ترجموں کا

کام چل رہا ہے--مزید برآں--ترکی اور ہندی زبان میں بھی اس کتاب کے تراجم لانے کا انتظام ہو رہا ہے

ان شاء اللہ عنقریب انگریزی ترجمہء قرآن اور سیرت رسول ﷺ پر انگریزی میں ایک عظیم الشان

کتاب شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ قانون شریعت، رؤیت ہلال

اور جمال الٰہی کا انگریزی ترجمہ بھی ہمارے پروگرام کا حصہ ہے

ان تمام کاموں کی توفیق مرحمت فرمانے کے لیے ہم اللہ رب العزت کے بے انتہاء شکر گزار ہیں

آپ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔ ۲۵ رجولائی ۲۰۱۸ء +1-914-319-3839



گلوبل اسلامک مشن انک

نیویارک، یو ایس اے



نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن

ورجینیا یو ایس اے



Printed in Pakistan



